Al-Qawārīr - Vol: 05, Issue: 04,
Jul – Sep 2024

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
Journal.al-qawarir.com

استحکامِ خاندان: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اصول، مثبت پہلو، منہیاتی عوامل اور مرد، عورت و ریاست کی ذمہ داریاں

Strengthening the Family: Principles, Positive Aspects, Prohibitive Factors, and the Responsibilities of Men, Women, and the State in the Light of Islamic Teachings

Batool Zahra
Ph D Scholar, Islamic Studies, National University of Modern Languages, Islamabad.
Prof Dr Mustafeez Ahmad Alvi
Professor Islamic Studies, National University of Modern Languages, Islamabad

Version of Record
Received: 15-Jul-24 **Accepted**: 09-Aug-24
Online/Print: 23- Sep -2024

ABSTRACT

Islam provides a comprehensive code of life that addresses every aspect of human existence, aiming to solve both individual and collective issues. The family unit is central to societal stability, and the Quran emphasizes the importance of family life. Islam offers detailed guidance on establishing a stable and robust family system, addressing even the minutiae of family dynamics. The first institution established on earth was the family, with Prophet Adam (peace be upon him) being its pioneer. The stability of the family is crucial for societal harmony, as a disintegrated family leads to societal disorder. Modern Western societies are experiencing the fragmentation of the family unit and are actively seeking to undermine strong family systems globally through various means. In contrast, Islam regards the family as a sacred institution, and it is the duty of Muslim societies to uphold and propagate this system. The decline of family stability is largely attributed to the abandonment of religious principles. To prevent societal collapse, a return to religious values and adherence to Islamic family principles is essential. This paper explores the forms of family stability, its positive aspects, prohibitive factors, and the responsibilities of men, women, and the state in maintaining family integrity.

Keywords: *Family stability, Islamic teachings, societal roles, family responsibilities, state duties.*

تعارف موضوع

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات فراہم کرتا ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس کی تعلیمات فرد اور مجموعی مسائل کے حل کے لیے واضح رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ خاندان سماج کی بنیادی اکائی ہے، اور قرآن نے خاندانی زندگی پر بہت زور دیا ہے۔ اسلام نے خاندان کے استحکام کے لیے تفصیلی رہنمائی فراہم کی ہے اور اس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے۔ خاندان کی استحکام معاشرتی سکونت کے

CC BY

لیے بہت اہم ہے، کیونکہ خاندان کے بکھرنے سے پورا معاشرہ انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ مغربی معاشروں میں خاندان کے نظام کی بگاڑ اور کمزوری کی کوشش کی جارہی ہے، جبکہ اسلام اسے ایک مقدس ادارہ مانتا ہے۔ اس تحقیق میں خاندان کے استحکام کے اصول، اس کے مثبت پہلو، منہیاتی عوامل، مرد وعورت کی ذمہ داریاں، اور ریاست کی ذمہ داریوں کا جائزہ لیا جائے گا۔

استحکام کی تفہیم

استحکام ایک ایسی حالت ہے جو کسی نظام، چیز، یا حالت کی مضبوطی اور مسلسل بقائے زندگی کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی چیز یا حالت بگاڑ یا تبدیلی سے محفوظ رہے اور وقت کے ساتھ اپنی اصل حالت میں برقرار رہے۔ استحکام کی خصوصیت میں پائیداری، مستقل مزاجی، مضبوطی، اور sustainability شامل ہیں، جو کسی نظام یا حالت کو بیرونی دباؤ یا چیلنجز کے باوجود برقرار رکھنے کی صلاحیت فراہم کرتی ہیں۔ یہ خصوصیت معاشرتی، اقتصادی، اور ماحولیاتی نظاموں میں اہم کردار ادا کرتی ہے، کیونکہ استحکام ان نظاموں کی کارکردگی کو یقینی بناتا ہے اور انہیں مستقبل میں بھی کارگر رکھنے کی قوت فراہم کرتا ہے۔(1)

مبحث اول: خاندان کو مستحکم بنانے کے اسلامی اصول

نکاح کی ترغیب

اسلام خاندان کو مضبوط بنانے کے لیے اسکو نکاح کی صورت میں مستحکم بنیاد فراہم کرتی ہے۔ اور قرآن اس کو میثاق غلیظ کا نام دیتا ہے:

﴿وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا﴾ [2]

(اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہے۔)

سید قطب فی ظلال القرآن میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

میثاق نکاح اللہ کے نام سے اور خطبے کے ساتھ نبی کی سنت کے مطابق یہ عہد نکاح ایک عظیم عہد ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، ایک مومن کی یہ بہت بڑی بات ہے۔ یہ نکاح اہل ایمان کے مابین ہے اور اہل ایمان اسے ایک عظیم عقد بلکہ میثاق سمجھتے ہیں۔ اس کا احترام ان پر لازم ہے۔[3]

انسان کا رتبہ باقی مخلوقات سے بلند ہے۔ ولقد کرمنا بنی آدم۔ اس بنا پر انسان کو باعزت اور پرسکون طریقے سے زندگی گزارنے کے لیے اور انسانی معاشرے کو ترقی کی راہ پہ گامزن کرنے کے لیے انہی اصولوں پر عمل پیرا ہونا پڑے گا جو الٰہی اصول ہیں۔ اور نکاح انہی اصولوں میں سے ایک بنیادی اصل ہے جس پہ معاشرے کی بنیاد قائم ہوتی ہے، اسی پہ معاشرے کی بنیادیں مضبوط ہوتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نکاح کی ترغیب دیتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

﴿ وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ [4]

تم میں جو لوگ مجرد ہوں، اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں انکی نکاح کر دو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا، اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے۔

اسی طرح سورۃ النساء میں ارشاد ہوا:

﴿وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ﴾ [5]

اور جو شخص تم میں سے اتنی مقدرت نہ رکھتا ہو کہ خاندانی مسلمان عورتوں (محصنات) سے نکاح کر سکے اسے چاہیے کہ تمہاری ان لونڈیوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرلے جو تمہارے قبضہ میں ہوں اور مومنہ ہوں۔ اللہ تمہارے ایمانوں کا حال خوب جانتا ہے، تم سب ایک ہی گروہ کے لوگ ہو

اس آیت میں نکاح کی ترغیب دیتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اگر خاندانی لڑکی سے شادی نہیں کر سکتے ہو اور اس سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ ہو تو کسی مسلمان لونڈی سے اس کے مالکوں کی اجازت لے کر اس سے نکاح کر لے۔ اس طرح اگر احادیث نبوی کو دیکھا جائے تو آپ ﷺ نکاح کی ترغیب دلاتے ہیں اور اس کو اپنی سنت قرار دیتے ہیں اور اس سے روگردانی کرنے والے کو اپنے پیروکاروں میں شمار نہیں فرماتے جیسا کہ آپ ﷺ کی حدیث ہے:

" وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي "[6]

اور نکاح کرو جو کوئی اس سے روگردانی کرے گا وہ مجھ سے نہیں۔

اسی طرح ایسے جوانوں کو نکاح کی تاکید فرمائی جو نکاح کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں۔

«يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ البَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ "[7]

اے نوجوانوں کے گروہ! جو کوئی نکاح کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرلے کہ نکاح پرائی عورت کو دیکھنے سے نگاہ نیچا کر دیتا ہے اور حرام کاری سے بچاتا ہے، البتہ جس میں قوت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے کیوں کہ روزہ رکھنے سے شہوت کم ہو جاتی ہے۔

پس آیات واحادیث کی روشنی میں بخوبی واضح ہوتا ہے کہ نکاح کے ذریعے انسان دنیاوی اور اخروی فائدے حاصل کر سکتا ہے۔ اور نکاح نہ کرنے کی وجہ سے انسان کا دنیا اور آخرت دونوں خراب ہو سکتے ہیں اسی لیے اسلام نے اس کو ایک عہد قرار دیا ہے اور اس عہد کو پورا کرنے پر زور دیا ہے۔

طلاق کی ممانعت اور اجازت

اسلام صرف عائلی نظام کے لیے نکاح کا تعارف کروا کے اس کو اپنانے کے بعد اس کو دو بندوں کے درمیان تاقید حیات گرہ نہیں لگاتا کہ بس ایک دفعہ نکاح ہو گیا پھر میاں بیوی کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ اسلام کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسلام جہاں کلی قوانین دیتا ہے وہاں استثنائی قوانین بھی دیتا ہے۔ جیسے رمضان المبارک کے روزے رکھنا کلی طور پر تمام مسلمانوں پر واجب ہے تو ان کے رکھنے سے مریض مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح نکاح کو جہاں میثاق غلیظ کا نام دیا ہے اور اس کو نبھانے کی ہر ممکن کوشش کرنے کو کہا گیا ہے۔

﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴾ (8)

اگر وہ تمھیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمھیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔

اسی طرح اگر میاں بیوی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا ہے تو بھی بیوی کو سمجھوتہ کرنا چاہیے۔

﴿ اوَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ وَإِنْ تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (9)

جب کسی عورت کو اپنے شوہر سے بد سلوکی یا بے رخی کا خطرہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اگر میاں اور بیوی (کچھ حقوق کی کمی بیشی پر) آپس میں صلح کر لیں۔ صلح بہر حال بہتر ہے۔ نفس تنگ دلی کی طرف جلدی مائل ہو جاتے ہیں ،لیکن اگر تم لوگ احسان سے پیش آئو اور خدا ترسی سے کام لو تو یقین رکھو کہ اللہ تمھارے اس طرز عمل سے بے خبر نہ ہو گا۔

اس سلسلے میں علامہ سید قطب فرماتے ہیں:

"اگر عورت اور مرد کے اندر باہم تعلقات میں کشیدگی سی پیدا ہو جائے اور طلاق کا خطرہ ہو، یا یہ خطرہ ہو کہ خاوند بیوی کو معطل اور معلق چھوڑ دے گا۔نہ وہ بیوی ہو گی اور نہ وہ مطلقہ ہو گی تو اس صورت میں دونوں کے لیے اس امر میں ممانعت نہیں ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف مالی اور دوسرے حقوق کے اندر کچھ دو کی پالیسی اختیار کر لیں۔ مثلا یہ کہ عورت اپنے مالی اخراجات میں سے کچھ معاف کر دے یا سب معاف کر دے۔یا یہ کہ اگر زیادہ عورتیں ہوں تو اپنی باری وغیرہ سے دست بردار ہو جائے"۔(10)

اس آیت کی تشریح میں مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

"نشوز عورت کی طرف سے ہو تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ وہ شوہر کی قوامیت کو تسلیم نہ کرے۔ مرد کی طرف سے ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ بیوی کے حقوق تسلیم کرنے سے انکار کرے اور اس سے پیچھا چھڑانے پر آمادہ ہو جائے۔شح کے معنی بخل کے بھی ہیں اور حرص کے بھی۔ بخل یہ ہے کہ آدمی ادائے حقوق میں تنگ دلی برتے یہ چیز ہر حال میں مذموم ہے۔ لیکن حرص اچھی چیز کی بھی ہو سکتی ہے، بری چیز کی بھی، حد کے اندر بھی ہو سکتی ہے اور حد سے باہر بھی، اس وجہ سے اس کا اچھا ہونا اور برا ہونا ایک امر اضافی ہے۔ اپنے اچھے پہلو کے اعتبار سے یہ انسانی فطرت کے اندر اپنا ایک مقام رکھتی ہے لیکن اکثر طبائع پر ایسا غلبہ ہو جاتا ہے کہ یہ ایک بیماری بن کے رہ جاتی ہے۔"

وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ میں اس کے اسی پہلو کی تعبیر ہے:

یعنی مہر اور عدل تو ہر عورت کا ایک شرعی حق ہے لیکن کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے اگر یہ اندیشہ ہو کہ ان پابندیوں کا بوجھ اگر اس پر اس نے لادے رکھا تو وہ اس کو چھوڑ دے گا یا اس سے بے پروائی برتے گا تو اس امر میں کوئی حرج نہیں کہ دونوں مل کر آپس میں کوئی سمجھوتہ کر لیں (11)

اور اس رشتے میں دراڑ ڈالنے سے منع کیا ہے اور جو بھی اس کوشش میں ہوتا ہے اسلام نے اس کی مذمت کی ہے۔

" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ خَبَّبَ زَوْجَةَ امْرِئٍ، أَوْ مَمْلُوكَهُ فَلَيْسَ مِنَّا "(12)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی کی بیوی کو یا غلام کو اس کے شوہر یا آقا کے خلاف بھڑکا دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

لیکن اسلام نے نکاح کو میثاق غلیظ کہنے کے باوجود میاں بیوی کو مجبور نہیں کیا ہے کہ وہ ہر حالت میں ساتھ رہے اور ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں۔ اسلام نے اس میثاق غلیظ کو توڑنے کی استثنائی صورتیں بھی بتائی ہیں کہ اگر نکاح سے اس کے اصل مقاصد حاصل نہیں ہورہے ہوں اور میاں بیوی ایک دوسرے سے سکون حاصل کرنے کے بجائے ایک دوسرے کے لیے وبال جان بن گئے ہوں اور نہ صرف ان کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رہنا مشکل ہو گیا ہو بلکہ ان کی وجہ سے گھر کا ماحول خراب ہو گیا ہو اور ان کے درمیان صلح کی ہر وہ کوشش جس کی رہنمائی اسلام نے کی ہے ناکام ہو گئی ہو تو ایسی صورت میں اسلام ان کو جدائی یعنی طلاق کا راستہ دکھاتا ہے۔ اسلام طلاق کو ابغض الحلال قرار دیتا ہے یعنی طلاق اسلام کے نزدیک حلال کاموں میں سب سے مبغوض کام ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ مُحَارِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَحَلَّ اللَّهُ شَيْئًا أَبْغَضَ إِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ(13)

حضرت محارب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے جو چیزیں حلال کی ہیں، ان میں اسے طلاق سے بڑھ کر کوئی چیز ناپسند نہیں۔

لیکن اس کے باوجود اسلام میاں بیوی کو بالکل بھی اجازت نہیں دیتا کہ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کے ایک دوسرے سے طلاق کا مطالبہ کرلیں اور اس طرح کرنے والوں پر جنت کی خوشبو کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

" عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا فِي غَيْرِ مَا بَأْسٍ، فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ " (14)

اور اسکی وجہ ایک تو میثاق غلیظ کا توڑنا ہے۔ یعنی عہد کی پابندی نہ کرنا اور دو خاندانوں کے درمیان جدائی ہے۔ کیونکہ طلاق صرف میاں بیوی میں نہیں ہوتی بلکہ طلاق دو خاندانوں میں ہو جاتی ہے اور اگر بچے ہوں تو ان بچوں پر اس کا بہت برا اثر پڑ جاتا ہے اور اس طرح کے بچے احساس محرومی کا شکار ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ معاشرے کے مفید شہری بھی نہیں بن سکتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دو خاندانوں کو جدا کر کے شیطان اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

اس لیے اسلام نے طلاق کو روکنے کے لیے ہر ممکن اقدامات کئے ہیں۔

اگر شادی کے بعد میاں بیوی میں طلاق ناگزیر ہو جائے تو کس طرح سے اس کو روکا جاسکتا ہے۔ اولاً میاں بیوی کو سوچنے کے لیے تین مہینے (عدت) کا وقت دیا جاتا ہے۔ کہ اس دوران میں میاں بیوی کا غصہ کم ہو جاتا ہے اور وہ اس قابل ہوتے ہیں کہ اپنے گھر کو بچانے کے لیے

سوچ سکیں بالخصوص ان میاں بیوی کے لیے جن کے بچے ہوتے ہیں وہ ضرور اس عرصے میں اپنے بچوں کے لیے حالات سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں۔

وَإِنۡ عَزَمُواْ ٱلطَّلَٰقَ فَإِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٞ وَٱلۡمُطَلَّقَٰتُ يَتَرَبَّصۡنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَٰثَةَ قُرُوٓءٖ (15)

ثانیاً اسلام حکمین کو مقرر کرنے کا طریقہ بتاتا ہے، کہ میاں بیوی کے دونوں طرف سے سمجھ دار بزرگ آکر دونوں کو سمجھادیں اور دونوں میں صلح کرادیں۔

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا (16) اور اگر تم لوگوں کو کہیں میں بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو، وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا، اللہ سب کچھ جانتا ہے اور باخبر ہے۔

پس اسلام طلاق کی اجازت بھی تب دیتا ہے جب دو لوگوں کے درمیان نکاح کی کوئی اہمیت باقی نہ رہے اور خاندان کا ادارہ مضبوط ہونے کی بجائے بکھرنے لگے۔

خاندان میں حقوق و فرائض کا تعین

خاندانی نظام کو مضبوط اور مستحکم بنانے کے لیے اسلام نے خاندان کے افراد کے آپس میں ایک دوسرے کے اوپر حقوق و فرائض عائد کیے ہیں تا کہ خاندان کا نظام ایک منظم اور مربوط نظام کے تحت چلے کیونکہ خاندان کے بکھرنے کی بنیادی وجہ خاندان کے افراد کا ایک دوسرے کے حقوق کو ادا نہ کرنا ہے۔ اگر خاندان کی سطح پہ لوگ اپنے فرائض سے آگاہ ہوں اور سارے ایک دوسرے کے حقوق پورے کریں تو ایسا خاندان مثالی خاندان ہوگا اور ایسے افراد معاشرے کے مفید شہری ہونگے۔

خاندان کو تشکیل دینے کا پہلا اصول نکاح ہے۔ دین اسلام نکاح کے اصول کو نہ صرف کلی طور پر بیان کرتا ہے بلکہ اس کے جزئیات کی طرف بھی رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام نے نہ صرف خاندان کی تشکیل کے بنیادی اصول بیان کئے ہیں بلکہ خاندان کے بنیادوں کو مضبوط بنانے کے طریقے بھی تعلیم کیے ہیں۔ اسلام کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق جب دو افراد ایک خاندان کی بنیاد رکھتے ہیں تو یہ خاندان صرف ان دو افراد پر مشتمل نہیں ہوتا بلکہ دو افراد سے بڑھ کر مزید رشتوں کو فروغ دیتا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا﴾ (17)

"اور وہی ہے جس نے پانی سے ایک بشر پیدا کیا، پھر اس سے نسب اور سسرال کے دو الگ سلسلے چلائے۔"

سب سے پہلا رشتہ جو ان دو افراد کے درمیان وجود میں آتا ہے وہ میاں بیوی کا رشتہ ہے۔ پھر میاں بیوی کے ذریعے سسرالی رشتے وجود میں آتے ہیں۔ یعنی بیوی کے گھر والے میاں کے لیے سسرالی بن جاتے ہیں تو میاں کے گھر والے بیوی کا سسرال بن جاتا ہے۔ یوں ان دو افراد پر مشتمل خاندان جب صاحب اولاد ہو جاتا ہے تو جس رشتے کا اضافہ ہوتا ہے وہ ایک طرف والدین اور اولاد کا رشتہ ہے تو دوسری طرف سے اس بچے کے لیے باپ کے رشتہ دار ددھیال تو ماں کے رشتہ دار اس کے ننھیال بن جاتے ہیں۔

﴿ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَنِينَ وَحَفَدَةً ﴾ (18)

اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے تمہاری ہم جنس بیویاں بنائیں اور اسی نے ان بیویوں سے تمہیں بیٹے پوتے عطا کیے۔

دو افراد کے ذریعے وجود میں آنے والے اس خاندان اور اس کی بناء پر بننے والے رشتوں کے درمیان اگر تعلقات اچھے نہ ہوں تو یہ خاندان بہت جلد ہی تباہ وبرباد ہو جاتا ہے اور دنیا سے اس کے نشانات مٹ جاتے ہیں۔اس لیے خاندان کی بقاء کے لیے اس کے ذریعے وجود میں آنے والے رشتوں کا آپس میں پیار ومحبت کا تعلق ہوناضروری ہے۔

اسلام نے ان تمام رشتوں کے آپس میں تعلقات کو مستحکم بنانے کے لیے ان کے ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔مثلاً میاں بیوی کے آپس میں کیا حقوق و فرائض ہیں،والدین اور اولاد کے کیا حقوق و فرائض ہیں اور رشتہ داروں کے کیا حقوق و فرائض ہیں۔

میاں بیوی کے حقوق و فرائض

اسلام نے جس طرح سے مرد کے حقوق و فرائض بیان کئے ہیں اسی طرح عورت کے حقوق و فرائض بھی تفصیلاً بیان کیے ہیں۔

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾[19]

عورتوں کے لیے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں، جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں۔ البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔

اسلام نے عورت کو بیوی کی حیثیت میں اس کو اس کے شوہر کے برابر قرار دیا ہے: هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ [20]اور وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم اس کے لیے۔اس آیت کے ذیل میں امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دینے کی وجہ ان کا ایک دوسرے سے سکون حاصل کرنا ہے۔[21] اور میاں بیوی کے جو حقوق اور فرائض ہیں وہ قرآن اور حدیث نے واضح کر دیے ہیں:

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ [22]

مرد عورتوں پر قوام ہیں،اس بنا پر کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس بنا پر کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔

اسی طرح حدیث میں ہے۔

"عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالأَمِيرُ رَاعٍ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَالمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ" [23]

ابن عمر نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اپنی زیر نگرانی لوگوں کے بارے میں مسؤل ہے۔ حکمران نگران ہے۔ ایک آدمی اپنے گھر والوں کا نگران ہے۔ عورت اپنے خاوند کے گھر اور اسکے بچوں کی نگران ہے۔

پس شوہر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی کا نگہبان ہو اور اس کی حفاظت کرے اس پر اپنا مال خرچ کرے، اس کی ضروریات پوری کرے اور بیوی کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اطاعت کرے اور اس کی غیر موجوگی میں اسکے گھر اور بچوں کی حفاظت کرے۔ اور اگر کوئی شخص اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کرے گا تو وہ شخص گناہ گار ہو گا۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَقُوتُ "(24) کسی آدمی کے گناہ گار ہونے کے لیے اتنی ہی بات کافی ہے کہ وہ جس کا ذمہ دار ہے اس کو ضائع کرے۔

اولاد اور والدین کے حقوق و فرائض

اولاد کا سب سے پہلا اور بنیادی حق ہے کہ اسے دنیا میں آنے دیا جائے۔ اور اس کو جینے کا حق دیا جائے۔۔ اولاد کو کسی بھی صورت میں قتل کرنے والوں کے لیے قرآن کہتا ہے کہ وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہونگے۔

﴿ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ﴾ (25)

"یقیناً خسارے میں پڑ گئے وہ لوگ جنھوں نے اپنی اولاد کو جہالت و نادانی کی بنا پر قتل کیا اور اللہ کے دیے ہوئے رزق کو اللہ پر افترا پردازی کر کے حرام ٹھرالیا۔ یقیناوہ بھٹک گئے اور ہر گز وہ راہ راست پانے والوں میں سے نہ تھے"۔

﴿ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ﴾ (26)

اپنے اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے۔

بچوں کے حقوق میں ان کا اچھا نام رکھنا، آداب سکھانا اور اچھی تربیت کرنا ہے اور اچھی تربیت بچے اور والدین دونوں کے لیے کامیابی کا باعث ہو گی۔ احادیث میں اچھے معنیٰ والے نام رکھنے کی ہدایت اور برے اور بے معنی نام رکھنے کی ممانعت آئی ہے۔ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے آباؤ اجداد کے ناموں سے پکارا جائے گا اس لیے اچھے نام رکھنے چاہئیں۔ سنن ابی داود میں بھی ہے:

"عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ، وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ، فَأَحْسِنُوا أَسْمَاءَكُمْ"(27)

حضرت ابو الدرداء فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک قیامت کے روز اپنے اباء واجداد کے ناموں سے پکارے جاوگے لہذا اچھے نام رکھو۔

اسی طرح سے بچوں کے ساتھ شفقت سے پیش آنا بھی انکا حق ہے۔

"أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَبَّلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَعِنْدَهُ الأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيمِيُّ جَالِسًا، فَقَالَ الأَقْرَعُ: إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ:مَنْ لاَ يَرْحَمُ لاَ يُرْحَمُ"[28]

رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسنؓ بن علیؓ کا بوسہ لیا۔ پاس ہی حضرت اقرعؓ بن حابس بیٹھے ہوئے تھے، اقرعؓ کہنے لگے: میرے دس بچے ہیں۔ میں نے تو کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ادھر نگاہ اٹھایااور فرمایا: جو کسی پر رحم نہیں کرتا۔ اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

اور انکے درمیان عدل وانصاف کو برقرار رکھنا بھی انکے حقوق میں شامل ہے۔

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، أَنَّ أَبَاهُ أَتَى بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هَذَا غُلاَمًا، فَقَالَ:أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهُ قَالَ: لاَ، قَالَ فَارْجِعْهُ"[29]

محمد بن نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ ان کے والد ان کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر آئے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے بیٹے کو ایک غلام دیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے اپنی اولاد کو اتنا ہی دیا ہے ؟انہوں نے کہا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا تو اس کو واپس لے لے۔

اسی طرح قرآن نے اولاد کے فرائض کو بھی مفصل بیان کیا ہے۔ قرآن نے حق الناس میں سے والدین کے حقوق کو جو اہمیت دی ہے وہ کسی اور کو نہیں دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق کے ضمن میں والدین کے حقوق کو بھی بیان کیا ہے۔

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ [30]

اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ [31]

یاد کرو، اسرائیل کی اولاد سے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔

﴿قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ [32]

اے محمد ﷺ! ان سے کہو کہ آو میں تمھیں سناوں تمھارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں، یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک حسن سلوک کرو۔

اللہ پر ایمان لانے کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک ہی انسان کو جنت کا حقدار بنا سکتی ہے اور ان سے برا سلوک جہنم تک لے جا سکتا ہے۔ جیسا کہ مسلم کی روایت ہے کہ:

" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «رَغِمَ أَنْفُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ» قِيلَ: مَنْ؟ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ:مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ، أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ"(33)

حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"ناک خاک آلود ہوگئی پھر ناک خاک آلود ہوگئی پھر ناک خاک آلود ہوگئی عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول وہ کون آدمی ہے آپ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے والدین میں سے ایک یا دونوں کو بڑھاپے میں پایا پھر جنت میں داخل نہ ہوا۔"

پس اولاد کا فرض ہے کہ وہ والدین کے ساتھ حسن سلوک اور عزت اور احترام کے ساتھ پیش آئے خصوصاً جب وہ بوڑھاپے کی عمر میں ہوں تو ان کا زیادہ خیال رکھیں اور انکے کسی بات کا برا نہ منائیں۔

وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾ (34)

تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر صرف اس کی، والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمھارے پاس ان میں سے کوئی ایک، یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی و رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو، اور دعا کیا کرو کہ پرودگار ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔

تفسیر جلالین میں اس آیت کے ذیل میں آیا ہے کہ والدین کے سامنے اف یعنی انھیں ہاں سے ہوں بھی نہیں کہنا چاہے۔(35)

"عن جده،عن ابی عبد الله قال:لو علم الله شیأ ادنی من أُفٍ لنهیٰ عنه وهو من ادنی العقوق ومن ان ینظر الرجل الی والدیه فیحد النظر الیهما"(36)

ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر خدا کے علم میں "اُف" سے کم کوئی کلمہ ہوتا تو وہ اس سے بھی منع کرتا اور نافرمانی میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین کو غصہ میں گھور کر دیکھے۔

رشتہ داروں کے حقوق

اسلام نے جہاں میاں بیوی کے حقوق و فرائض، ماں باپ کے حقوق و فرائض اور اولاد کے حقوق و فرائض بیان کیے ہیں وہی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک پر زور دیا ہے اسلام والدین کے بعد رشتہ داروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید کرتا ہے۔

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ﴾(37)

یاد کرو، اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ کے ساتھ ، رشتے داروں کے ساتھ، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ ﴾ (38)

اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناو، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاو کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ

﴿وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴾ (39)

مگر اللہ کی کتاب میں خون کے رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں یقیناً اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

آپ ﷺ نے اپنے لیے اپنی امت سے جو صلہ مانگ لیا ہے وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ محبت کرنے کا ہے۔

﴿قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾ (40)

اے نبی ﷺ، ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں، البتہ قرابت کی محبت چاہتا ہوں۔

صلہ رحمی کی اسی اہمیت کے بناپہ اسلام ان تمام کاموں اور باتوں کی ممانعت کرتا ہے جس سے یہ رشتہ کمزور پڑ جائے۔ اسلام کسی مومن کو اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہنے کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اسی طرح کسی سے بد گمان ہونے، کسی کی غیبت کرنے، کسی پر تہمت لگانے، کسی کا مذاق اڑانے اور کسی کو برے القاب سے پکارنے سے سختی کے ساتھ منع کرتا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ﴾ (41)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بری بات ہے جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تمھارے اندر کوئی ایسا ہے

جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔ اللہ سے ڈرو، اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔

اور آپس میں تعلقات کو بہتر شکل دینے کے لیے ان کاموں کے فروغ دینے پر زور دیتا ہے جس سے رشتہ داروں کے آپس کے تعلقات مضبوط ہوں۔

"عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هَذَا وَيُعْرِضُ هَذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ "(42)

"یحیٰ بن یحیٰ، مالک ابن شہاب عطاء بن یزید لیثی، حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین راتوں سے زیادہ قطع تعلق کرے دونوں آپس میں ملیں تو یہ اس سے منہ موڑے اور وہ اس سے منہ موڑے اور ان دونوں میں سے بہتر وہ آدمی ہے کہ جو سلام کرنے میں ابتداء کرے"۔

اسی طرح ضرورت مند رشتہ داروں کی مدد کرنا بھی انکے حقوق میں شامل ہے۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (43)

تم میں سے جو لوگ صاحب فضل اور صاحب مقدرت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ اپنے رشتہ دار، مسکین اور مہاجر فی سبیل اللہ لوگوں کی مدد نہ کریں گے، انھیں معاف کر دینا چاہیے اور درگزر کرنا چاہیے کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمھیں معاف کرے؟ اور اللہ کی صفت یہ ہے کہ وہ غفور اور رحیم ہے۔

قرآن میں جہاں پر بھی انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر آیا ہے وہاں والدین کے بعد رشتہ داروں کا ذکر آیا ہے۔

يسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾ (44)

"لوگ پوچھتے ہیں ہ`م کیا خرچ کریں؟ جواب دو کہ جو مال بھی تم خرچ کرو اپنے والدین پر، رشتے داروں پر، یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو۔ اور جو بھلائی بھی تم کروگے اللہ اس سے باخبر ہوگا"۔

﴿ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ﴾ (45)

اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے۔

﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا﴾ (46)

اور رشتہ داروں کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دو اور فضول خرچی نہ کرو۔

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى﴾(47)

اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔

اس آیت میں اللہ نے عدل اور احسان کے ساتھ صلہ رحمی کا بھی حکم دیا ہے۔ مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں رشتہ داروں کے حقوق کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ شریعت الٰہی ہر خاندان کے خوشحال افراد کو اس امر کا ذمہ دار قرار دیتی ہے کہ وہ اپنے خاندان کے لوگوں کو بھوکا ننگا نہ چھوڑیں۔ اس کی نگاہ میں ایک معاشرے کی اس سے بدتر کوئی حالت نہیں ہے کہ اس کے اندر ایک شخص عیش کر رہا ہو اور اسی کے خاندان میں اس کے اپنے بھائی روٹی کپڑے تک کو محتاج ہوں۔ وہ خاندان کو معاشرے کا ایک اہم عنصر ترکیبی قرار دیتے ہیں اور یہ اصول پیش کرتے ہیں کہ ہر خاندان کے غریب افراد کا پہلا حق اپنے خاندان کے خوشحال افراد پر ہے۔(48)

اسلام میں صاحب حیثیت افراد پر زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ اور مصارفین زکوٰۃ میں سے ایک مصارف غریب اور مسکین اقربا ہیں۔ اگر کسی کے رشتہ دار زکوٰۃ لینے کے حقدار ہوں تو زکوٰۃ انہی رشتہ داروں کو دینی چاہیے اس طرح زکوٰۃ دینے والا دگنا اجر کا مستحق ہو گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:" وقَالَ: الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ، وَهِيَ عَلَى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ: صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ (49)کسی مسکین پر صدقہ کرنا صرف صدقہ ہے اور یہی صدقہ کسی رشتہ دار پر کیا جائے تو اس کی حیثیت دوگنا ہو جاتی ہے، ایک صدقے کی اور دوسری صلہ رحمی کی"۔

ایک صحابی اپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے یہ باغ سب سے زیادہ محبوب ہے، لہذا میں اسے اللہ کی راہ میں دیتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے یہی فرمایا تھا کہ اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کرو۔(50) اس لیے بہتر ہے کہ معاشی طور پر کمزور اقربا کی مدد کی جائے یہ بھی انفاق فی سبیل اللہ میں آتا ہے۔ اور اللہ کی راہ میں خرچ کی ہوئی چیز کو اللہ دوگنا کر کے دیتا ہے۔

﴿وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِنْ لَمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴾ (51)

جو لوگ اپنے مال محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے پورے ثبات و قرار کے ساتھ خرچ کرتے ہیں، ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی سطح مرتفع پر ایک باغ ہو۔ اگر زور کی بارش ہو جائے تو دوگنا پھل لائے، اور اگر زور کی بارش نہ بھی ہو تو ایک ہلکی پھوار ہی اس کے لیے کافی ہو جائے۔ تم جو کچھ کرتے ہو سب اللہ کی نظر میں ہے۔

پس اسلام کا حقوق و فرائض کا ایک مکمل اور مربوط نظام اس بات کا باعث بنتا ہے کہ خاندان کا ادارہ مستحکم اور مظبوط ہو جائے۔

مبحث دوم: استحکام خاندان کی صورتیں اور اس کے مثبت پہلو

خاندانی نظام کو مشکلات کے بھنور سے نکالنے کا واحد ذریعہ اسلام کے نظام تربیت سے آشنا ہونا اور اس کو اپنی عملی زندگی میں نافذ کرنا ہے ۔ اسلام ایک صحت مند معاشرے کے قیام کے لیے فرد کو اہمیت دیتا ہے اور فرد کی ذریعے سے ہی اجتماع کو تشکیل دیتا ہے اگر فرد کی تربیت

صحیح ہوئی تو پورے اجتماع کی تربیت صحیح ہو گی اس لیے اللہ نے فرد کی تعلیم و تربیت کے لیے خاندانی نظام کو تشکیل دیا ہے تا کہ خاندان میں فرد کی اچھی نشو نما کے ساتھ ساتھ اچھی تربیت بھی ہو اور وہ جب خاندان سے باہر نکلے تو معاشرے کے لیے مفید کارکن کی حیثیت اختیار کرے۔خاندان کی تشکیل اوراس میں اضافہ ہونے والے افراد کی تعلیم و تربیت کے لیے سب سے پہلے اسلام جس چیز پر زور دیتا ہے وہ اللہ پر ایمان اور بنیادی عقاید کو مان لینے کے بعد تقویٰ اختیار کرنے پہ زور دیتا ہے۔جیسا کہ جب انسان کی خلقت کے بارے میں قرآن بتارہا ہے توسب سے پہلی چیز جس کا ذکر ہورہا ہے وہ تقویٰ ہے۔

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾(52)

لوگو!اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو،اور رشتہ و قرابت کے تعلقات بگاڑنے سے پرہیز کرو۔یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔

تقویٰ کیا چیز ہے ؟راغب اصفہانی نے اسکی تعریف اس طرح کیا ہے۔ مضر اور نقصان دہ چیز سے محفوظ ہونے کو وقایۃ کہتے ہیں۔اسی طرح خوف زدہ چیز سے اپنے آپ کو حفاظت میں رکھنے کا نام تقویٰ ہے۔(53) عرف شرعی میں نفس کو گناہ کرنے والے امور سے بچانے کا نام تقویٰ ہے،اور یہ منہیات کو مکمل طور پر اور بعض مشکوک مباحات کو بھی ترک کر دینے سے ممکن ہے۔(54)پس تقوی سے مراد اللہ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے ان کاموں سے دور رہنا جن کو انجام دینے سے اللہ نے منع کیا ہو اور ان اعمال کا انجام دینا جن کو انجام دینے کا حکم دیا گیا ہو۔اسلام کی نظام تربیت کا نچوڑ تقویٰ ہے جس شخص نے یہ صفت حاصل کی اس نے اصل میں اپنی تربیت اسلام کے تمام اصولوں کے مطابق کی ہے۔اسی لیے قرآن سے ہدایت حاصل کرنے والے صرف متقین ہی ہونگے۔

أ. نیت کی اصلاح

تقویٰ کے حصول کے لیے اسلام دل کی اصلاح یعنی نیت کو خالص رکھنے پر زور دیتا ہے۔اسلام اعمال کے قبول ہونے نہ ہونے کا معیار نیت کو قرار دیتا ہے

" عَنْ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى " (55)

حضرت عمرؓ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے۔

اگر نیت خالص ہوئی اور اللہ کی رضا کے لیے ہوئی تو انسان کی کامیابی کا ضامن ہے۔نیت کو جب خالص رکھا جائے گا تو تقویٰ کا حصول بھی ممکن ہو جائے گا اور منزل آسان ہو جائے گی۔پس نیت کو خالص رکھنے اور تقویٰ کا حصول اسی وقت ممکن ہو گا جب دل کی اصلاح ہو گی کیونکہ تقویٰ کی اصل جگہ دل ہے۔جیسا کہ: آپ ﷺ نے فرمایا

أَلاَ وَإِنَّ فِي الجَسَدِ مُضْغَةً: إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الجَسَدُ كُلُّهُ، أَلاَ وَهِيَ القَلْبُ "(56)

خبر دار! جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ جب وہ درست رہا تو سارا جسم درست رہا۔ جب وہ خراب ہو گیا تو سارا جسم خراب ہو گیا۔ سن لو وہ دل ہے۔

ب. پرہیز گاری اور پاکدامنی کا راستہ

انسان اسی وقت قانون کی پابندی کرتا ہے جب اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اسے کوئی دیکھ رہا ہے اوا گر وہ اس قانون کو توڑدے گا تو اسکو پکڑا جائے گا اور سزا دی جائے گی، لیکن جب اسے یقین ہو جاتا ہے کہ کوئی اسے دیکھنے والا نہیں تو پھر وہ آسانی سے قانون کو توڑ دیتا ہے۔ مثال کے طور پر ٹریفک قوانین کو دیکھ لیں اگر کسی سگنل پر کوئی ٹریفک پولیس والا ہو گا تو لوگ سگنل کو نہیں توڑ دیتے ہیں۔ لیکن اگر کسی جگہ پولیس نہ ہو تو سگنل کو آسانی کے ساتھ توڑ دیا جاتا ہے اور اس طرح بعض اوقات حادثات بھی ہوتے ہیں اور بعض اوقات ٹریفک جام بھی ہو جاتا ہے۔

اسی لیے جب بھی کوئی قانون بنایا جاتا ہے تو اس قانون کو نافذ کرنے کے لیے ادارے بھی بنائے جاتے ہیں تاکہ وہ ادارے قانون توڑنے والوں کو سزا دے، اسلام انسان کو قانون بھی دیتا ہے اور اس کی اس طرح تربیت کرتا ہے کہ اس کو دیکھنے والی آنکھ انسانی آنکھ سے بالاتر ہے۔ اسکو خلوت جلوت میں، قانون کی پاسداری کرتے ہوئے بھی اور قانون کو توڑتے ہوئے بھی، سوچتے ہوئے بھی اور ظاہر کرتے ہوئے بھی ہر حال میں اس کو دیکھ رہا ہے۔ اسکے ہر عمل کو نوٹ کیا جا رہا ہے اور اسکو سب کچھ کرنے کا حساب کتاب دینا ہو گا قانون کی پاسداری پہ اسے انعام دیا جائے گا اور خلاف ورزی پہ اسے سزا دی جائے گی۔ جس انسان کی بھی اس طرح تربیت ہو گی، اس کے اندر تقویٰ الٰہی پیدا ہو گی اور حساب و کتاب دینے کا خوف اسکے اندر ہونے کی وجہ سے وہ کبھی بھی اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ اسے اس بات سے کوئی غرض نہیں ہو گی کہ کوئی انسان اسے دیکھ رہا ہے یا نہیں وہ اپنے آپ کو قانون کی خلاف ورزی سے بچائے گا، کیونکہ اسے اس بات کا یقین ہو گا کہ اس کے ظاہر و باطن کو دیکھنے اور اس کے خلوت و جلوت میں کرنے والے اعمال کو دیکھنے والا کوئی ذات ہے جو انسانوں سے اور تمام مخلوقات سے بالاتر ہے، جو اس کا اور اس کائنات کا خالق و مالک ہے۔ اس طرح تقویٰ الٰہی اور قیامت کا حساب کتاب کی فکر اسے قوانین الٰہی پہ عمل کرواتی ہے اور حدود الٰہی کو توڑنے سے روکتی ہے۔ یہی تقویٰ اور حساب کتاب کا ڈر خاندانی نظام کو کامیاب بناتی ہے کیونکہ خاندانی نظام ایک مرد اور عورت سے نکاح کے ذریعے تشکیل پاتا ہے۔ یہ دو افراد کی ذاتی زندگی ہوتی ہے اور اس کے اصول وضوابط پر عمل درآمد کروانے کے لیے کوئی تیسرا شخص ان کے درمیان میں نہیں آسکتا ہے۔ اس نظام میں اس بات کا زیادہ اندیشہ ہے کہ اس کے اصول وضوابط پہ عمل درآمد نہ ہوں اور اس کے لیے بنائے ہوئے قانون کوئی فائدہ نہ دے اسی لیے اس نظام میں میاں بیوی کے لیے زیادہ ضروری ہے کہ وہ تقویٰ کو اختیار کریں اور اپنے اپنے فرائض سے آگاہ ہو جائیں اور ان فرائض کو اللہ کی رضا کے لیے ادا کرنے کی کوشش کریں اور اگر میاں بیوی اپنے اندر اس صفت کو پیدا کر کے اس پر عمل کریں گے تو گھر ایک جنت کا نمونہ بن جائے گا اور اس گھر میں پلنے والے بچوں میں خود بخود یہ صفات پیدا ہوں گی۔ اس طرح سے اگر بہت سارے گھرانے ایسے ہوں گے تو معاشرے سے برائیاں ختم ہو جائیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ جب خاندانی نظام کی بنیاد رکھنے کے لیے نکاح پڑھایا جاتا ہے تو خطبہ نکاح میں آپ ﷺ نے جن آیات کو شامل کرنے کی سفارش فرمائی ہیں انکا موضوع بھی تقویٰ الٰہی ہے اور اس خطبہ کا تذکرہ سنن ابی داود میں کیا گیا ہے۔(57)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (58)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔

اور جن آیات کو شامل کرنے کی سفارش فرمائی وہ یہ ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴾ (59)

لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔ اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو، اور رشتہ و قرابت کے تعلقات بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ (60)

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کیا کرو۔ اللہ تمھارے اعمال درست کر دے گا اور تمھارے قصوروں سے درگزر فرمائے گا۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

اس طرح سے انسان کو یہ سکھایا جارہا ہے کہ وہ جب اپنی خاندانی زندگی کی بنیاد رکھے تو اس بات سے آگاہ ہو کہ اس نظام کو چلانے کے لیے اس کے اوپر جو ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں ان کو اللہ کی مدد سے اور اس کا خوف دل میں رکھتے ہوئے ادا کرے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ اللہ جب انسان کی خلقت کا ذکر کرتا ہے تو سب سے پہلے تقویٰ کا ذکر کرتا ہے۔

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ﴾ (61)

لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا

اور پھر اس کو اس کی اصل سے آگاہ کرتا ہے کہ اس کا اصل کوئی حیوان نہیں اور نہ ہی وہ خود بخود وجود میں آیا ہے بلکہ ایک نفس واحدہ سے اس کو بنایا گیا ہے۔

اور اسی نفس واحدہ سے اس کا زوج بھی بنایا، وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا انسان کا ایک نفس واحد سے خلق کرنے اور بہت سے انسانوں کو ایک ہی وقت میں پیدا نہ کرنے کی حکمت کے بارے میں سید قطب رقم طراز ہیں۔

"کہ اللہ انسانوں کے درمیان پختہ رابطے قائم کرنا چاہتے تھے، پہلا رابطہ یہ تھا کہ ان کا رب ایک ہی تھا اور یہی تمام انسانی رابطوں کا سرچشمہ تھا اور ہے، اسکے بعد باہم صلہ رحمی کا رشتہ آتا ہے جس کی وجہ سے ایک خاندان وجود میں آتا ہے۔ جو ایک مرد اور ایک عورت سے شروع ہوتا ہے۔ یہ دونوں ایک ہی نفس سے پیدا ہوئے ان کی طبیعت بھی ایک ہے اور فطرت بھی ایک ہے، ابتدائی خاندان بھی ایک جس سے پھر بہت سے مرد اور عورت پھیلے۔ ان تمام افراد کے درمیان پہلا رابطہ واحدانیت ربوبیت، اس کے بعد ان کے درمیان وحدت خاندان کا رابطہ ہے۔ اور خاندان وہ ابتدائی سیل ہے جس کے اوپر انسانی معاشرے کی بنیاد رکھی جاتی ہے"(62)

اس طرح اسلام نے انسانی معاشرے میں مرد اور عورت کے درمیان فرق انسانی کو مٹادیا اور بتادیا کہ مرد و عورت ایک ہی جنس سے ہیں اور دونوں کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں ہے سوائے تقویٰ کے، ایک دوسرے پر کوئی برتری حاصل نہیں جس میں خوف خدا جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی وہ برتر ہوگا۔ اور پھر اسی اصل سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا ہوئی اور ان کے درمیان قبیلے اور اقوام وجود میں آگئے اور ایک دوسرے سے رشتہ داریاں وجود میں آگئی اور ان رشتہ داروں کے آپس میں حقوق و فرائض مقرر ہوئے اور ان کے آپس میں ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے بھی ضروری ہے کہ دل میں خوف الٰہی ہو

﴿ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ﴾ (63)

اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو، اور رشتہ و قرابت کے تعلقات بگاڑنے سے پرہیز کرو۔

ورنہ اگر خوف خدا دل میں نہ ہو تو صلہ رحمی ادا نہیں ہوگی جیسا کہ آج کل کے معاشرے میں ہو رہا ہے۔ آج اللہ کا خوف دل میں نہ ہونے اور اللہ کی نگرانی کو بھلانے کی وجہ سے جہاں ہمارے معاشرے کے دوسرے ادارے متاثر ہو رہے ہیں وہی پر سب سے زیادہ متاثر خاندان کا ادارہ ہو رہا ہے اور خاندان کے ادارے کے متاثر ہونے کی وجہ سے یہ ادارہ ایسے افراد کو معاشرے کے سپرد نہیں کر رہا ہے جو اسلام کے مطلوب ہیں۔ اور اس کے اثرات اس طرح ظاہر ہو رہے ہیں کہ ایک طرف خاندان کا ادارہ منتشر ہو رہا ہے تو ساتھ ہی پورا معاشرہ تباہی کی طرف جا رہا ہے۔ اس لیے اس ادارے کو تباہی سے بچانے کا پہلا راستہ سورہ نساء کی پہلی آیت پر عمل درآمد کرنا ہے۔ اور اس آیت سے خاندانی نظام کو بنانے اور اس کو منتشر ہونے سے بچانے کے لیے جو اصول حاصل ہوسکتے ہیں وہ درجہ ذیل ہیں۔

اول: تقویٰ یعنی خوف خدا، یعنی اللہ کے رضا اور خوشنودی کے لیے خاندانی نظام کو تشکیل دینا اور اسی کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے اپنے حقوق و فرائض کو ادا کرنا

دوم: مرد کی طرح عورت کو بھی انسان سمجھنا اور اس کی عزت و احترام کا قائل ہونا۔

سوم: صلہ رحمی

اگر ان اصولوں پہ عمل درآمد کیا جائے تو نہ صرف خاندانی نظام بکھرنے سے بچ جائے گا بلکہ معاشرہ بھی تباہی کے دلدل سے باہر آئے گا اور ہمارا معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن جائے گا سورہ النساء کی اس آیت کی تفسیر میں مولانا قطب لکھتے ہیں۔ کہ

اس میں پوری انسانیت کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ اس کی اصل کیا ہے؟ اور اسے یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اس خالق کی طرف رجوع کرے جس نے اسے پیدا کر کے اس زمین پر بسایا ہے۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ "انسانیت" نے چونکہ اپنی اصلیت کو فراموش کر دیا ہے۔ اس لیے وہ سب کچھ بھول گئی ہے اور اس کا کوئی کام درست نہیں رہا ہے۔ (64)

خاندانی نظام کے لیے تقویٰ کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ جہاں پر بھی اس نظام کے بارے میں قرآن میں ذکر آیا ہے تو ساتھ میں تقویٰ کا بھی ذکر آجاتا ہے۔ جیسا کہ جب نکاح کا پیغام کا ذکر ہوتا ہے تو ساتھ میں اس بات کا بھی ذکر ہوتا ہے کہ اللہ تمھارے دلوں کا حال جاننے والا ہے لہذا اس سے ڈرو۔

﴿ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ﴾ (65)

اور عقد نکاح باندھنے کا فیصلہ اس وقت تک نہ کرو، جب تک کہ عدت پوری نہ ہو جائے۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ تمھارے دلوں کا حال تک جانتا ہے۔ پس اس سے ڈرو

اسی طرح طلاق اور خلع کے معاملے میں بھی یہی چیز بتائی جارہی ہے کہ اللہ کا خوف دل میں رکھ کر ہی فیصلہ کرلیا جائے کیونکہ جس کے دل میں اللہ کا خوف ہوگا وہ کبھی بھی کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرے گا۔

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (66)

اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت پوری ہونے کو آجائے، تو یا بھلے طریقے سے انہیں روک لو یا بھلے طریقے سے رخصت کردو۔ محض ستانے کی خاطر انہیں نہ روکے رکھنا کہ یہ زیادتی ہوگی اور جو ایسا کرے گا ،وہ در حقیقت آپ اپنے ہی اوپر ظلم کرے گا۔ اللہ کی آیات کا کھیل نہ بناؤ۔ بھول نہ جاؤ کہ اللہ نے کس نعمت عظمیٰ سے تمھیں سرفراز کیا ہے۔ وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے کہ جو کتاب اور حکمت اس نے تم پر نازل کی ہے، اس کا احترام ملحوظ رکھو۔ اللہ سے ڈرو اور خوب جان لو کہ اللہ کو ہر بات کی خبر ہے۔

پس خاندانی نظام کو بکھرنے سے بچانے کا اولین راستہ دین مبین اسلام کے احکامات کی روشنی میں خاندان کی بنیاد رکھنا ہے اور خاندانی نظام کی بنیاد رکھتے وقت نیت صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی ہو اور دل میں کسی لالچ کو بنیاد بنا کر خاندان کی بنیاد نہ رکھا جائے۔ جیسا کہ آج کل کے زمانے میں خاندانوں کی بنیاد رکھا جاتا ہے۔ مثلا آج ہمارے معاشرے میں جب کسی لڑکے کی شادی کرنا مقصود ہوتا ہے تو گھر والے رشتہ ڈھونڈتے وقت یہ نہیں دیکھتے کہ لڑکی متدین ہے یا نہیں، اس کے گھر والوں کو دین کے ساتھ کوئی سروکار ہے یا نہیں، بلکہ آج کے معاشرے میں شادی کے لیے لڑکی کے انتخاب کا معیار اس طرح ہے کہ اس کے والدین کتنے دولت مند ہیں، جہیز میں وہ اپنی بیٹی کو کیا کچھ دے سکتے ہیں، تو دوسری طرف لڑکے کے انتخاب کے لیے بھی اسی طرح کے معیارات ہیں۔ بہت کم ایسے لوگ ہوں گے جنکا معیار دین ہو اور تقویٰ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے معاشرے میں ان معیارات پہ بنیاد رکھنے والے خاندان زیادہ عرصہ تک نہیں چلتے اور بہت جلد بکھر جاتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات اس طرح سے معیار پر نہ اترنے کی وجہ سے بہت سے لوگ خاندان کی بنیاد رکھنے سے ہی محروم ہو جاتے ہیں۔

مبحث سوم: خاندان کو غیر مستحکم کرنے والے عوامل اور انکا سدباب:

1. بے حیائی اور زنا کا عام ہونا:

قرآن میں بے حیائی کے لیے فحشاء کا لفظ آیا ہے۔ اور فحشاء کا لفظ قرآن میں بہت سے جگہ پہ مختلف معنوں میں آیا ہے۔ اور اس کے قریب جانے سے منع کیا ہے۔ قرآن شیطان کے قدموں اور شیطان کے راستے کو سوء کہنے کے ساتھ ساتھ فحشاء سے بھی تعبیر کرتا ہے اور اس سے دور رہنے کا بھی حکم دیتا ہے جیسا کہ سورہ بقرہ میں آیا ہے

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (67)

لوگو! زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں انھیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہ چلو۔ وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔ تمہیں بدی اور فحش کا حکم دیتا ہے اور سکھاتا ہے کہ تم اللہ کے نام پر وہ باتیں کہو جن کے متعلق تمہیں علم نہیں ہے کہ وہ اللہ نے فرمائی ہیں۔

شیطان انسان کو سب سے پہلے اللہ سے دور کرتا ہے اور انسان کا اپنے رب سے دور ہونا ہے سب سے پہلی اور بڑی بے حیائی ہے کہ وہ اپنے رب کے احکامات کو پس پشت ڈال دے۔ کیونکہ یہی سے بے حیائی کا آغاز ہوتا ہے اور انسان اسی طرح اس کے دلدل میں پھنستا چلا جاتا ہے۔

فحش یعنی انسان کا اپنا ستر کھولنا، بے حجاب ہونا اور لباس نہ پہننا بھی فحاشی میں آجاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں جب مکہ والوں کی خانہ کعبہ کی برہنہ طواف کا ذکر آتا ہے تو اس برہنہ طواف کو فحاشی کا نام دیتا ہے۔

﴿ وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا ﴾ (68)

یہ لوگ جب کوئی شرمناک کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا ہے اور اللہ ہی نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

مولانا مودودی اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ یہاں اشارہ اہل عرب کے برہنہ طواف کی طرف ہے (69) اسی طرح فحشاء میں مرد اور عورت کے ناجائز تعلقات بھی آجاتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ یوسف میں بادشاہ مصر کی بی بی کے بارے میں آیا ہے کہ جب انھوں نے حضرت یوسف کو اس تعلق کی طرف دعوت دینے کی کوشش کی تو اللہ کے فضل سے وہ اس گناہ سے دور رہے۔

﴿ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ﴾ (70)

وہ اس کی طرف بڑھی اور یوسف بھی اس کی طرف بڑھتا اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتا۔ ایسا ہوا، تاکہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو دور کر دیں۔ درحقیقت وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔

إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ (71) ہاں اگر وہ صریح بدچلنی کی مرتکب ہوں۔ ابن کثیر "فاحشة مبينة" کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں۔ "اس سے مراد بقول اکثر مفسرین صحابہ، تابعین وغیرہ کے زناکاری ہے، بعض بزرگوں نے فرمایا ہے فاحشہ مبینۃ سے مراد خاوند کے خلاف کام کرنا، اس کی نافرمانی کرنا، کج خلقی کرنا، حقوق زوجیت اچھی طرح ادا نہ کرنا وغیرہ ہے، امام ابن جریر فرماتے ہیں آیت کے الفاظ عام ہیں، زنا اور تمام مذکورہ عوامل بھی شامل ہیں۔ (72)

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ (73)

جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں، اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اس آیت کے ذیل میں مولانا مودودی لکھتے ہیں۔ کہ

"آیت کے الفاظ فحش پھیلانے کی تمام صورتوں پر حاوی ہیں۔ ان کا اطلاق عملاً بدکاری کے اڈے قائم کرنے پر بھی ہوتا ہے اور بداخلاقی کی ترغیب دینے والے اور اس کے لیے جذبات کو اکسانے والے قصوں، اشعار، گانوں، تصویروں اور کھیل تماشوں پر بھی۔ نیز وہ کلب اور ہوٹل اور دوسرے ادارے بھی ان کی زد میں آجاتے ہیں جن میں مخلوط رقص اور مخلوط تفریحات کا انتظام کیا جاتا ہے۔ یہ سب لوگ مجرم ہیں صرف آخرت میں ہی نہیں دنیا میں بھی ان کو سزا ملنی چاہیے۔"(74)

فحشاء کے حروف اصلی فحش ہیں جن کا معنی بقول راغب اصفہانی اس قول یا فعل کو کہتے ہیں جو قباحت میں حد سے بڑھا ہوا ہو۔(75) پس فحشاء اور برائی میں وہ تمام برائیاں شامل ہو سکتی ہیں جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہو اور شیطان ان کو انجام دینے کی دعوت دے رہا ہو یعنی وہ تمام چیزیں جو خطوات شیطان ہوں ساری فحش اور بے حیائی میں آجاتی ہیں، دوسرے معنوں میں منکرات و نواہی کا انجام دینا بے حیائی کہلائے گی۔ قرآن نے تمام منکرات اور برائیوں کو فواحش کا نام دیا ہے

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (76)

اور بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانہ مودودی لکھتے ہیں۔ کہ "فواحش کا اطلاق ان تمام افعال پر ہوتا ہے جن کی برائی بالکل واضح ہے۔ قرآن میں زنا، عمل قوم لوط، برہنگی، جھوٹی تہمت اور باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنے کو فحش افعال میں شمار کیا گیا ہے۔ حدیث میں چوری اور شراب نشہ ور بھیک مانگنے منجملہ کو فواحش کہا گیا ہے۔ اسی طرح دوسرے تمام شرمناک افعال بھی فواحش میں داخل ہیں اور ارشاد الٰہی یہ ہے کہ اس قسم کے افعال نہ علانیہ کیے جائیں نہ چھپ کر۔"(77)

یہ وہ ساری چیزیں ہیں جو آج کا مغربی معاشرہ علانیہ طور پر انجام دے رہا ہے بلکہ اس کے جواز کے لیے نظریات کو بھی عام کر کے پوری دنیا میں پھیلا رہا ہے بلخصوص اسلامی ممالک میں اس طرح کی بے حیائی کو عام کر کے مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دینا چاہتا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان مغرب کے اس پروپیگنڈے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور متحد ہو کر اس کا مقابلہ کریں اور اس بے حیائی کے مقابلے میں اسلام کے دیے ہوئے نظام عفت و عصمت سے دنیا کو روشناس کرائیں۔

1.1. بے حیائی سے روکنے کے اقدامات

اللہ انسان کا خالق ہے اس لیے اللہ کو تجربے کی ضرورت نہیں کہ وہ پہلے تجربہ کرے پھر دیکھے کہ انسان کے کامیابی کے لیے کونسا قانون دیا جائے اور نقصان سے روکنے کے لیے کونسا اصول دیا جائے کیونکہ وہ خالق ہے اور قادر مطلق ہے اور عالم کل شے ہے اس لیے اسکو اچھی طرح پتہ ہے کہ کونسا راستہ انسان کی کامیابی کے لیے ہے اور کونسا راستہ اس کو گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لیے احکام کی صورت میں جو شریعت نازل ہوئی ہے اس نے ان تمام راستوں کو جن کے ذریعے بے حیائی اور برائی کے ظہور کا خدشہ تھا بند کر دیا ہے۔ ذیل میں مختصراً ان اقدامات کا ذکر کیا جا رہا ہے جن سے بے حیائی اور زنا کا راستہ روکا جا سکتا ہے۔

أ. پردہ:

معاشرہ کے تباہ ہونے کی اصل وجہ خاندان کی تباہی ہے اور خاندان کو تباہ مرد وزن کی بے راہ روی نے کیا ہے پس معاشرے اور خاندان کو تباہی سے بچانے کے لیے اسلام کے عطا کردہ قوانین حجاب پہ عمل کرنا ضروری ہوگا۔ کیونکہ آج کے مرد وزن میں بے راہ روی کی اصل وجہ دونوں کا اور بالخصوص عورت کا بے حجاب ہونا ہے۔ عورت نے مرد کی برابری حاصل کرنے کے لیے اپنے آپکو بے حجاب کرکے اپنا نقصان کر بیٹھی اب وہ نہ گھر کی رہی ہے اور نہ گھر سے باہر کی دنیا کی کیونکہ گھر کو اس نے خود چھوڑا ہے اور باہر کی دنیا اس سے اپنا کام نکلوا کے اسے خیر باد کہتی ہے۔ پردہ اس طرح کی چیز نہیں کہ جس کی رعایت کرنے سے عورت دنیا کے ہر چیز سے کٹ جائے گی۔ پردہ عورت کے لیے قلعہ کی طرح ہے جس میں رہ کے وہ ایک طرف گھر کو سنبھال سکتی ہے تو دوسری طرف بوقت ضرورت گھر سے باہر نکل کر اپنی ضرورت کو بغیر کسی مرد کی ہوس کا شکار ہوئے پورا کر سکتی ہے۔ قرآن مجید نے پردے کی پورے جزئیات کو بیان کیا ہے اور اس کو صرف جسم ڈھانکنے تک محدود نہیں رکھا ہے بلکہ اس کے مفہوم کو وسیع کرکے اس میں دل کا، نگاہ کا، زبان کا، زیب وزینت کے اظہار وغیرہ کو پردے میں شامل کیا ہے۔ اور ان کے غلط اور ناجائز استعمال کو زنا سے تعبیر کیا ہے۔

" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزِّنَا، مُدْرِكٌ ذَلِكَ لَا مَحَالَةَ، فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الِاسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا، وَالْقَلْبُ يَهْوَى وَيَتَمَنَّى، وَيُصَدِّقُ ذَلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهُ"(78)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا انکھوں کا زنا دیکھنا ہے اور کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چلنا ہے اور دل کا گناہ خواہش اور تمنا کرنا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب۔

قرآن زنا کے ان تمام راستوں کو روک دیتا ہے اور ان سب کے پردے کا حکم خصوصی طور پر عورت کو دیتا ہے کیونکہ اگر عورت ان کا پردہ نہ کرے تو مرد کا ان سب کے زنا میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہے۔ اس لیے قرآن پردے کے معاملے میں خصوصی طور پر عورت سے مخاطب ہے۔ ارشاد ہے

﴿ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى﴾ (79)

نبی ﷺ کی بیویو، تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی کا مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے، بلکہ سیدھی بات کرو۔ اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور سابق دور جاہلیت کی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔

اس آیت کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آج کے دور میں حقوق نسواں کے علم برداروں نے عورت کو بے پردہ کرکے اس کو ایک گڑھے سے نکال کر دوسرے گڑھے میں ڈال دیا ہے۔ اور اس کی بے پردگی نے معاشرے کو نا قابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ یہ آیات عورت کو اپنا پورا جسم نامحرم مرد سے چھپانے کا حکم دیتی ہے، اور جسم کی بے پردگی اور اس کے زینت کے اظہار کو جاہلیت سے تعبیر

کر رہی ہے۔ لیکن آج کے دنیا میں لباس کا کم ہونا اور جسم کے زینت کا اظہار ترقی کی نشانی تصور کی جاتی ہے۔ اسی غلط تصور نے مرد وزن کے درمیان کے حدوں کو پارا پارا کر دیا ہے۔ اگر خاندانی نظام کو بچانا ہے تو ہمیں قرآن کے ان تعلیمات پہ عمل پیرا ہونا پڑے گا اور گھر سے باہر نکلتے وقت یا کسی مجبوری کے بناء پہ نامحرم کے سامنے جاتے وقت قرآن کے بتائے ہوئے اصولوں پہ عمل پیرا ہونا پڑے گا اسی طرح سے خاندان اور معاشرہ دونوں کو بچایا جاسکتا ہے۔

پس معاشرے کو بگاڑ سے بچانے کے لیے جن امور کا خیال رکھنا چاہے، اعضاء جسمانی میں سے جو اعضاء فساد کا ذریعہ بن سکتے ہیں اور ان کی حفاظت کرنا ضروری ہے ذیل میں ان کا ذکر کیا جارہا ہے۔

ب. غض بصر:

معاشرے سے بے حیائی کو ختم کرنے کے لیے جسم کے پردے ساتھ ساتھ اعضاء جسم کو بھی کنٹرول میں رکھنا اور انھیں برائی کے انجام سے روکنا بھی پردہ ہے۔ اسلام ان تمام راستوں کا سدباب کرتا ہے جو بے حیائی کی طرف لے جاتی ہوں ان میں سب سے پہلا دروازہ نظر ہے کیونکہ نظر کے ذریعے ہی حکم دل تک پہنچ جاتی ہے اور اگر دل اس وقت کنٹرول نہ کرے اور نظر کے دھوکے میں آجائے تو وہی سے بے حیائی شروع ہوجاتی ہے۔ نگاہ اتنی خطرناک ہوتی ہے کہ انسان اسی میں گم ہوجاتا ہے اور اسے پتہ نہیں چلتا کہ وہ کیا کررہا ہے۔ اسکی واضح مثال ان عورتوں کی ہے جن کو زلیخا نے بلایا تھا اور جیسے ہی ان کی نگاہ حضرت یوسفؑ پہ پڑ جاتی ہے تو وہ اتنا مدہوش ہوتی ہیں کہ اپنی انگلیوں کو کاٹ ڈالیں اور انہیں اس کا احساس بھی نہ رہا۔ قرآن نے اس قدر غفلت اور مدہوشی کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔

﴿ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ﴾ (80)

جب ان عورتوں کی نگاہ اس پر پڑی تو وہ دنگ رہ گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں۔

نگاہ پست رکھنے کا حکم صرف عورتوں کے لیے نہیں ہے بلکہ مردوں کے لیے بھی ہے لیکن ان دونوں کے دیکھنے میں فرق ہے اور اسی فرق کو مولانا مودودی اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"عورت کے مردوں کو دیکھنے اور مردوں کے عورت کو دیکھنے میں نفسیات کے اعتبار سے ایک نازک فرق ہے۔ مرد کی فطرت میں اقدام ہے۔ کسی چیز کو پسند کرنے کے بعد وہ اس کے حصول کی سعی میں پیش قدمی کرتا ہے۔ مگر عورت کی فطرت میں تمانع اور فرار ہے جب تک کہ اس کی فطرت مسخ نہ ہوئی ہو۔ وہ کبھی بھی اس قدر دراز دست، جری اور بے باک نہیں ہوسکتی کہ کسی کو پسند کرنے کے بعد اس کی طرف پیش قدمی کرے۔ شارع نے اس فرق کو ملحوظ رکھ کر عورتوں کے لیے غیر مردوں کو دیکھنے کے معاملے میں وہ سختی نہیں کی ہے جو مردوں کے لیے غیر عورتوں کو دیکھنے کے معاملے میں کی ہے۔"(81)

ت. حفاظت زبان:

بے حیائی پھیلانے کا دوسرا ذریعہ زبان ہے۔ اس لیے اسلام اس کی حفاظت پہ زور دیتا ہے، آپ ﷺ نے شرمگاہ اور زبان کی حفاظت کرنے والوں کے لیے جنت کی ضمانت دی ہے۔

" عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الجَنَّةَ "(82)

سہلؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص اس چیز کی ضمانت دے جو اس کی ڈاڑھوں (زبان) اور ٹانگوں کے درمیان (شرمگاہ) ہے تو میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

ویسے تو آفات زبان اور فواحش زبان بہت سے ہیں جیسے جھوٹ بولنا، تہمت لگانا، غیبت کرنا، گالی گلوچ، بیہودہ باتیں وغیرہ لیکن پردے کے معاملے میں اس کی آفت یہ ہے کہ کوئی عورت کسی نامحرم سے اس طرح ملائمت اور نرمی سے بات کرے کہ اس کی بات سننے والے کے دل میں اس عورت کے لیے برا خیال آجائے۔ اس لیے قرآن نے ایسی صورت حال کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اس کے راستے میں بند باندھ لیا ہے اور عورت کو منع کیا ہے کہ وہ اس لہجے میں کسی نامحرم سے بات نہ کرے۔

﴿يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾ (83)

نبی ﷺ کی بیویو، تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا، کرو کہ دل کی خرابی کا مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے، بلکہ سیدھی بات کرو۔

ث. اظہار زینت کی ممانعت:

اگرچہ عورت کی اصل جگہ گھر ہے اور اس کی اصل ذمہ داری گھر کو سنبھالنا اور نئی نسل کی تعلیم وتربیت ہے۔ لیکن اسلام عورت کے گھر سے باہر نکلنے کو حرام قرار نہیں دیتا ہے وہ بوقت ضرورت کچھ شرائط کے ساتھ گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔ ان میں ایک شرط نامحرم کے سامنے زینت کی اظہار کی ممانعت ہے۔ ارشاد ہے

﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ﴾ (84)

اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے۔

اسلام جب عورت کو کسی نامحرم سے اپنی زینت کے اظہار سے منع کرتا ہے تو اس سے ایک طرف عورت شیطان اور شیطان صفت لوگوں سے محفوظ رہے گی تو دوسری طرف سے معاشرہ بے راہ روی سے بچ جائے گا۔ عورت کے پردے اور ستر کے فلسفے کو علامہ مطہری نے اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

اسلام میں ستر یا پردے کا حکم اس لیے آیا ہے کہ اس میں خودنمائی اور خود آرائی کی خواہش شدت سے پائی جاتی ہے۔ دل ودماغ پر تصرف کے اعتبار سے مرد شکار ہے اور عورت شکاری۔ آرائش وزیبائش پر عورت کی توجہ اس کے شکاری احساس کا پتا دیتی ہے۔ دنیا کے کسی حصے میں یہ بات دیکھنے میں نہیں آتی کہ مرد بدن کی جھلک دکھانے والا لباس زیب تن کرے اور ہیجان انگیز سنگھار کرے۔ یہ عورت کا فعل ہے کہ وہ دلربائی کے انداز اختیار کرے اور مرد کو اپنی زلف کا اسیر بنائے۔ چونکہ حد سے بڑھا ہوا سنگھار اور نیم برہنہ لباس عورت کو کجروی میں مبتلا کر دیتا ہے اس لیے پردے کا حکم بھی اسی کے لیے صادر ہوا ہے۔(85)

اور اس طرح کے بناو سنگھار کو اسلام نے تبرج الجاہلیہ کہا ہے اور اس طرح کے بناو سنگھار کے ساتھ نامحرم کے سامنے جانے سے منع کیا ہے

﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ (86) اور سابق دور جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔

مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

عورت کے لیے تبرج استعمال کیا جائے تو اس کے تین مطلب ہونگے ایک یہ کہ وہ اپنے چہرے اور جسم کا حسن لوگوں کا دکھائے، دوسرے یہ کہ وہ اپنے لباس اور زیور کی شان دوسروں کے سامنے کرئے تیسرے یہ کہ وہ اپنی چال ڈھال اور چٹک مٹک سے اپنے آپ کو نمایاں کرئے۔(87)

پس آج ہم اپنے معاشرے پہ نگاہ دوڑاتے ہیں تو ہمیں ہر جگہ تبرج الجاہلیہ دیکھنے کو ملتی ہے۔ آج تو باقاعدہ خواتین کے لیے ادارے بنائے جارہے ہیں کہ وہ کیسے اپنے آپ کو خوبصورت بنا کے اپنے آپ کو نمائش کے لیے پیش کر سکتی ہے۔ خواتین کا اس طرح ماڈلنگ کر کے اپنے آپ کو نمائش کے لیے پیش کرنے کو اس کی ترقی کا معیار سمجھا جاتا ہے۔ اور ان عورتوں کو جو حجاب میں باہر نکلے ان کو غیر متمدن اور تنگ نظر خیال کیا جاتا ہے۔

مبحث چہارم: استحکام خاندان اور مرد و عورت کی ذمہ داریاں

مذہب سے دوری اس بات کا سبب بنی کہ خاندان بکھر جائیں اور اسی مذہب کے احکامات کو مد نظر نہ رکھنے کی بناء پہ بہت سے اور بھی اسباب وجود میں آ گئے جن کی وجہ سے خاندانی نظام بکھرنے لگا۔ ان اسباب میں سے ایک سبب خاندانی نظام میں مرد اور عورت کے اپنے اپنے ذمہ داریوں کو ادا نہ کرنا ہے یعنی مذہب نے مرد اور عورت کو گھر اور معاشرے کو چلانے کے لیے جو ذمہ داریاں دی تھی آج ان ذمہ داریوں کو مرد اور عورت دونوں نے فراموش کر دیئے ہیں۔

آج ہمیں شکایت ہے کہ معاشرہ تباہی کی طرف جارہا ہے اور اس سے اخلاقی اقدار کا خاتمہ ہو رہا ہے تو اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ مرد اور عورت دونوں نے اپنے حدود سے تجاوز کیا ہے۔ دونوں اپنی ذمہ داریوں سے دستکش ہو کے مادیت پرستی کا شکار ہو گئے ہیں۔ اسلام نے مرد کو قوام بنایا تھا اور عورت کی ذمہ داری اس پہ ڈالی تھی اور عورت کو بچوں کی تربیت کی ذمہ داری دی تھی۔ مرد کا اپنے ذمہ داری کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے بہت سی خواتین کو گھروں سے باہر نکلنا پڑا اب جب عورت گھر سے باہر نکلی تو گھر کو اور بچوں کو سنبھالنے والا کوئی نہ رہا اس طرح گھر اور بچے دونوں بکھر گئے۔

عورت کو چادر اور چاردیواری سے باہر نکالنے سے ایسے اور بھی اسباب پیدا ہوئے جو گھر اور خاندانی نظام کے لیے سم قاتل بن گئے جیسے مرد اور عورت کے اختلاط سے بے حیائی اور فحاشیت کا عام ہونا اور بے حیائی اور فحاشیت کے عام ہونے سے زنا کا عام ہونا یہ وہ اسباب تھے جن کا دروازہ اسلام نے ان کے مفسدات ظاہر ہونے سے پہلے بند کر دیا تھا۔ اور اسلام کو قبول نہ کرنے کی بناء پہ یا اسلام کی تعلیمات پر عمل نہ ہونے کی وجہ سے ان مفسدات کا دروازہ آج کھول دیا گیا ہے جس کا نقصان سب سے زیادہ خاندانی نظام کو ہو رہا ہے۔ اس لیے خاندانی نظام کو ان کے نقصانات سے بچانے کے لیے اسلام کی طرف رجوع کرنا ہو گا۔

آج کے معاشرے میں مرد اور عورت کی ذمہ داریاں صلاحیتوں کی بناء پر نہیں بلکہ ناانصافی کی بنیاد پر کی جارہی ہے۔ ذمہ داریوں کو تقسیم کرنے میں بھی آج کا معاشرہ عورت کے ساتھ ناانصافی کر رہا ہے۔ ایک طرف عورت کو گھر سے باہر لا کر اور گھر کے باہر کی ذمہ داریاں سونپ کر اور دوسری طرف سے گھر کو سنبھالنے اور بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی ذمہ داری بھی سونپ کر عورت کو دوہرے مشکلات کا شکار کر دیا گیا ہے اب نہ عورت گھر سے باہر کی ذمہ داریوں کو بااحسن انجام دے سکتی ہے اور نہ اپنی اصل ذمہ داری گھر کو ٹائم دے سکتی ہے۔

عورت آج بھی مظلوم ہے جس طرح اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں تھی فرق صرف اتنا ہے کہ زمانہ جاہلیت کی عورت کو پتہ تھا کہ وہ مظلوم ہے لیکن آج کی عورت کو نہیں پتہ کہ اس پر ظلم کیا جارہا ہے۔ وہ اپنے اوپر ہونے والے مظالم کو اپنا حق سمجھ کے قبول کر رہی ہے ،زمانہ جاہلیت میں اس کے اوپر مرد ظلم کرتا تھا اب اس خام خیالی میں اپنے اوپر ظلم کر رہی ہے کہ ایسا کر کے وہ ترقی کے دوڑ میں شامل ہو رہی ہے۔ اسے یہ نہیں پتہ جس کو وہ ترقی سمجھ رہی ہے اصل میں وہ اس کا زوال ہے کیونکہ وہ اپنی فطری صلاحیتوں کو دبا دیتی ہے اور مردانہ صلاحیتوں کو اپنے اندر جو اس کے اندر رکھی ہی نہیں گئی ہیں پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ جیسا کہ مولانا مودودی مرد اور عورت کے فطری صلاحیتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

زندگی کے ایک پہلو میں عورتیں کمزور ہیں اور مرد بڑھے ہوئے ہیں۔ دوسرے پہلو میں مرد کمزور ہیں اور عورتیں بڑھی ہوئی ہیں۔ تم غریب عورتوں کو اس پہلو میں مرد کے مقابلہ پر لاتے ہو جس میں وہ کمزور ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہی ہو گا کہ عورتیں ہمیشہ مردوں سے کمتر رہیں گی۔ اسی طرح سارے دنیا کے مرد چاہے کتنا ہی سر مارلیں، وہ اپنی پوری صنف میں سے ایک معمولی درجہ کی ماں بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ انسانی زندگی اور تہذیب کو جتنی ضرورت غلظت، شدت اور صلابت کی ہے اتنی ہی ضرورت رقت، نرمی اور لچک کی بھی ہے جتنی ضرورت اچھے سپہ سالاروں، اچھے مدبروں اور اچھے منتظمین کی ہے اتنی ہی ضرورت اچھی ماؤں، اچھی بیویوں اور اچھی خانہ داروں کی بھی ہے۔ دونوں عنصروں میں جسے بھی ساقط کیا جائے گا تمدن بہر حال نقصان اٹھائے گا۔[88]

پس ضرورت اس امر کی ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان تقسیم کار اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق کرنا چاہے کیونکہ جب مرد اور عورت اپنے اپنے دائرہ کار میں رہ کر کام کریں گے تو خاندانی نظام بکھرنے سے بچے گا اور معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو گا۔ اسلام مرد اور عورت کی ذمہ داریوں کو ان کی صلاحیتوں کے بناء پر تقسیم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرد کا بھی خالق ہے اور عورت کا بھی اس کو اچھی طرح پتہ ہے کہ کس میں کس طرح کی صلاحیتیں ہیں اور کس کو کس طرح کا کام سپرد کرنا چاہے۔

عدل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مرد کو اپنی صلاحیتوں کے حساب سے اپنی ذمہ داریاں سنبھالنی ہوں گی اور عورت کو اپنی استعداد کے مطابق کام کرنا ہو گا اور دونوں میں سے جو بھی اپنے دائرہ کار سے باہر نکل کے کام کرے گا وہ اپنے اوپر اور معاشرے کے اوپر ظلم کرنے کا مرتکب ہو گا۔

کتنی عجیب بات ہے کہ انسان دنیا کے چھوٹے اداروں میں کام کرنے والوں کے لیے اس بات کا قائل ہوتا ہے کہ اس کو کام اس کی صلاحیت کے مطابق دی جائے اور اس کی صلاحیت کی جانچ پڑتال کے لیے مختلف ٹسٹ اور امتحان لیا جاتا ہے۔ پھر اس کو کوئی کام سونپا جاتا ہے۔ کام سونپنے کے بعد اگر وہی شخص اپنی دی ہوئی ذمہ داری سے ہٹ کے کوئی کام کرتا ہے۔ تو ادارہ اس کے اس قانون کی خلاف ورزی پہ اسے سزا دیتا ہے اور کبھی کبھی اسے اس کام سے ہاتھ بھی دھونا پڑتا ہے۔ لیکن یہ بات مرد اور عورت کے سلسلے میں آج کے انسان کو سمجھ میں نہیں آتی اور اس کو سمجھنے کے لیے فلسفے کا سہارا لے رہا ہے۔

جس طرح دنیا کے چھوٹے سے ادارے میں ادارے کا سربراہ اپنے حساب سے کام بانٹتا ہے حالانکہ وہ اچھی طرح سے ان لوگوں کو جانتا بھی نہیں اسی طرح دنیا بھی ایک ادارہ ہے لیکن فرق یہ ہے کہ اس ادارے کا سربراہ نہ صرف اس ادارے کا خالق اور مالک ہے بلکہ اس ادارے میں کام کرنے والوں کا بھی خالق ہے۔ پس اگر اس ادارے میں کام کرنے والا کوئی انسان اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کرے گا یا ان سے تجاوز کرے گا تو اسے اس کے حضور جواب دہ ہونا پڑے گا۔

اللہ نے مرد اور عورت پہ جو پہلی ذمہ داری ڈالی ہے وہ یہ ہے کہ وہ پہلے اپنے گھر کی بنیاد نکاح پہ رکھیں پہلے اپنے آپ کو پر سکون بنائیں۔گھر کی بنیاد رکھنے کے بعد اس گھر کو چلانے کی ذمہ داریاں تقسیم ہو جاتی ہیں۔ مرد کو قوام بنایا گیا اور اس پر معاشی ذمہ داری ڈال دی گئی کہ وہ معاشرے میں کام کرتے ہوئے اپنے گھر والوں کے لیے روزی روٹی کا بندوبست کرے۔

﴿ الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ (89)

مرد عورتوں پر قوام ہیں، اس بنا پر جو اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اور اس بنا پر کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا

"الرجل راع علی اهله وهو مسول"(90)

مرد اپنے بیوی بچوں پر حکمران (راعی) ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں خدا کے سامنے جوبدہ ہو گا۔

اور عورت کو یہ ذمہ داری سونپی ہے کہ وہ اپنی کوکھ میں آنے والے نسل کی پرورش کرے اور مرد کی لائی ہوئی کمائی کو گھر اور بچوں کے امور پہ خرچ کرے اس کو ضائع نہ کرے، اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو شوہر کی مطیع بنائے۔اور شوہر کی غیر حاضری میں اس کے ناموس کی حفاظت کرے۔ آپؐ نے فرمایا:

"خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الإِبِلَ صَالِحُ نِسَاءِ قُرَيْشٍ، أَحْنَاهُ عَلَى وَلَدٍ فِي صِغَرِهِ، وَأَرْعَاهُ عَلَى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ(91)

اونٹ پر سوار ہونے والی عورتوں میں بہتر عورتیں قریش کی ہیں، قریش کی عورتیں صالح ہیں کہ اپنے بچوں پر ان کے بچپن میں شفیق ہیں اور اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرنے والی ہیں۔

یعنی عورت کے لیے بہتر ہونے کا معیار نیک ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کے ساتھ محبت کرنا اور شوہر کے مال کو ضایع نہ کرنا ہے۔اسی طرح قرآن میں فرمان الٰہی ہے۔

﴿ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ ﴾ (92)

پس جو صالح عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور مردوں کے پیچھے اللہ کی حفاظت و نگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔

صالح بیویاں شوہروں کی اطاعت گزار اور اللہ کی توفیق سے شوہروں کی غیر موجودگی میں ان کے ناموس کی محافظ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا

"الْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَهِيَ مَسْئُولَةٌ (93)

عورت اپنے شوہر ک1ے گھر کی حکمران ہے اور وہ اپنی حکومت کے دائرہ میں اپنے عمل کے لیے جواب دہ ہے۔

یہ مرد اور عورت کی بنیادی ذمہ داری ہے اگر دونوں میں کوئی تجاوز کرے گا تو ظالم ہو گا۔مرد اور عورت کے ذمہ داریوں کے بارے میں ڈاکٹر مستفیض علوی لکھتے ہیں۔"عورت اور مرد کے تعلق کو دین اسلام رشتہ نکاح کے ذریعے استوار کرتا ہے۔اس رضاکارانہ معاہدے

کے تحت مرد، عورت کا قانونی وانتظامی محافظ ٹھہرتا ہے جب کہ عورت انسانی زندگی کے سب سے اہم کام، انسانوں کی تعمیر کو اپنے ذمہ لیتی ہے۔ دنیا میں اس سے اہم اور نازک کام اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ مستقبل کی انسانیت کو سنوارنے کا کار عظیم سنبھالا جائے۔"(94)

جس طرح مرد کو عورت کی ذمہ داری جیسے بچے کو پیدا کرنا اور اس کو سنبھالنے کی ذمہ داری نہیں دی جاسکتی اسی طرح عورت کے کاندھوں پہ معاشی ذمہ داری نہیں ڈالی جاسکتی اور اگر ایسا کیا گیا تو یہ عورت کے ساتھ ظلم ہوگا۔ کیونکہ ایک طرف سے وہ فطرت کی دی گئی ذمہ داریوں کو ادا کرئے جن میں مرد کبھی شریک نہیں ہو سکتا اور پھر ان ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ معاشرے میں مرد کے شانہ بشانہ کام بھی کرئے۔ بقول مولانا مودودی یہ عدل نہیں ظلم ہے، مساوات نہیں نامساوات ہے وہ لکھتے ہیں۔

"صرف یہی نہیں کہ عورت پر بیرون خانہ کی ذمہ داریاں ڈالنا ظلم ہے۔ بلکہ درحقیقت وہ ان مردانہ خدمات کو انجام دینے کی پوری طرح اہل بھی نہیں ہے۔ ان کاموں کے لیے وہی کارکن موزوں ہوسکتے ہیں جن کی قوت کارکردگی پائیدار ہو، جو مسلسل اور علی الدوام اپنے فرائض کو یکساں اہلیت کے ساتھ انجام دے سکتے ہوں اور جن کی دماغی وجسمانی قوتوں پر اعتماد کیا جاسکتا ہو۔ لیکن جن کارکنوں پر ہمیشہ ہر مہینہ ایک کافی مدت کے لیے عدم اہلیت کے دورے پڑتے ہوں اور جن کی قوت کارکردگی باربار معیار مطلوب سے گھٹ جایا کرتی ہو وہ کس طرح ان ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھاسکتے ہیں؟(95)

مبحث پنجم: استحکام خاندان اور ریاست کی ذمہ داری

خاندانی نظام کے منتشر ہونے کے اسباب میں سے ایک سبب ریاست کے اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہ کرنا بھی ہے۔ ان کے پاس اسلام کے قوانین کے ہوتے ہوئے اغیار کے راہ پہ چل رہے ہیں اور اپنے ملک میں ایسے قوانین کا نفاذ کرتے ہیں جن کا اسلام سے کوئی سروکار نہیں۔ اسلامی ممالک کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ نہ صرف اپنے ممالک میں اسلام کے قوانین کو نافذ کریں بلکہ دوسرے ممالک کے لیے بھی مثال قائم کریں۔

اسلامی ریاستوں کے پاس اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے عملی نمونہ مدینے کی اسلامی ریاست کی صورت میں ہے انھیں چاہیے کہ وہ آپ ﷺ کی طرز حکومت کو دیکھیں اور لوگوں کی فلاح وبہبود کے لیے کام کریں۔ آپ ﷺ کی زندگی کے ایک ہی مثال کا تجزیہ علامہ قطب نے اپنی کتاب اسلام اور جدید ذہن کے شبہات میں کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں۔ کہ جب آپ ﷺ سے ایک شخص نے مدد مانگی تو آپ ﷺ نے اسے ایک رسی اور کلہاڑی دی اور اس کی راہنمائی کی کہ وہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کے اپنے لیے معاش کا بندوبست کرلے اور اس کو ہدایت دی کہ وہ کچھ عرصے بعد آپ ﷺ کو اپنی حالت کی خبر دے۔ اس روایت سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اپ ﷺ کو احساس تھا کہ بے روزگار آدمی کو روزگار مہیا کرنا آپ ﷺ کی ذمہ داری ہے اور حضور ﷺ نے حالات کے مطابق نہ صرف روزگار فراہم کیا بلکہ اس کو تاکید بھی کیا کہ وہ اپنی حالات سے آپ ﷺ کو باخبر بھی کردے۔(96)

خاندانی نظام کو مستحکم کرنے کے لیے اسلامی ریاست کو چاہیے کہ وہ اسلام کے ان قوانین پہ عمل درآمد کروائے جن کے ذریعے اس نظام کو مضبوط کیا جاسکتا ہے۔ جیسے نکاح اور شادی کو آسان بنائیں اور اس میں موجود غلط رسموں کے خاتمے کے لیے قوانین بنائیں۔ اسی طرح مرد کے لیے وسائل روزگار فراہم کرئے تاکہ مرد اپنی ذمہ داری کو اچھی طرح سے انجام دے سکے۔ مرد کے اوپر اس قانون کو لاگو کرئے کہ ہر حال میں وہ اپنے گھر والوں کے نان ونفقے کا ذمہ دار ہے۔ مرد کو جب وسائل روزگار ملے گا تو پھر عورت کو ضرورت ہی نہیں پڑے گی کہ

وہ گھر چھوڑ کر کمانے کے لیے گھر سے باہر آئے۔اسی طرح سے برائی اور فحاشی پھیلانے کے تمام ذرائع کے خاتمے کے لیے قوانین بنائے اور اسلام کے بتائے ہوئے حدود کو نافذ العمل بنائیں۔

جیسا کہ آپ ﷺ کے زمانے میں آپ ﷺ نے ان حدود کو نافذ کر کے اسلامی ریاست کو زمانہ جاہلیت کی فحاشیت سے پاک کر دیا۔میڈیا کو اس بات کا پابند بنایا جائے کہ وہ کسی صورت میں برائی اور فحاشی پھیلانے والے پروگرام جیسے ماڈلنگ،ڈرامے ،فلمیں اور اسی طرح کے دوسری چیزیں جو معاشرے میں فحاشی پھیلا سکتی ہو بند کر دے۔اور ان کے لیے حدود مقرر کرے آزادی صحافت کا نعرہ بلند کر کے اس آزادی کا غلط استعمال نہ کرے۔مرد اور عورت کے اختلاط کو قانون حجاب کے ذریعے ختم کیا جائے۔ریاست کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ایسے ادارے بنائیں جہاں پہ آنے والی نسل کو اخلاق حسنہ سے آراستہ کیا جاسکتا ہو۔اور معلمین کو اس بات کا ذمہ دار بنایا جائے کہ وہ اپنے عمل اور زبان دونوں سے بچوں کی تربیت کرئے اور اس کے لیے بھی آپ ﷺ کا نمونہ عمل مدنگاہ ہونا چاہے کہ آپ ﷺ نے کس طرح عرب کے جاہل قوم کو دنیا کا متمدن قوم بنایا۔ اگر ریاست اپنی ذمہ داری کو صحیح معنوں میں انجام دے گی تو خاندان کا ادارہ بکھرنے سے بچ جائے گا اور جب خاندان محفوظ ہو گا تو معاشرہ خود بخود صحیح معنوں میں ترقی کرے گا۔

خلاصہ بحث

خاندان کی استحکام معاشرتی استحکام کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے، اور اسلام نے اس کے تمام پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں خاندان کے اصول، مثبت پہلو، منہیاتی عوامل، اور مختلف ذمہ داریوں کا تعین ضروری ہے تاکہ خاندان کی بنیاد مضبوط ہو سکے۔مرد، عورت، اور ریاست کی ذمہ داریوں کا ادراک اور ان پر عمل درآمد کر کے ہی ہم ایک مضبوط اور مستحکم خاندان کی تشکیل کر سکتے ہیں۔موجودہ دور میں مغربی معاشروں کی سازشوں کے باوجود، اسلامی اصولوں کی روشنی میں خاندان کے نظام کو برقرار رکھنا اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہماری بنیادی ذمہ داری ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1- مولوی فیروز الدین، **فیروز اللغات**(لاہور:فیروز لمیٹڈ،1964)،1:627۔

Maulvī Ferūz-Al-Dīn, *Ferūz-al-Laghāt* (Lāhore: Ferūz-Limited, 1964), 1:627 .

2- النِّسَاء:4:21۔

An-Nisāʾ: 4:21.

3- سید قطب، **فی ظلال القرآن**،(قاہرہ:دار الشروق،1996)،1:607۔

Sayyid Quṭb, Fī Ẓilāl al-Qurʾān, (Cairo: Dār al-Shurūq, 1996), 1: 607.

4- النُّور:24:32۔

An-Nūr: 24:32.

5- النِّساء:4:25۔

An-Nisāʾ: 4:25.

6- البخاری، **صحیح بخاری**،(قاہرہ:المطبعۃ السلفیہ،حدیث:5063،354:3)۔

Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, (Cairo: Al-Matba'a al-Salafiyya, Hadith: 54, 1: 35).

7- البخاری، **صحیح بخاری**، حدیث:5066، 3:355۔

Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Hadith: 5066, 3:355

8- سورت النساء:19:4

Sūrat an-Nisāʾ: 4/19

9- سورت النساء:4/128

Sūrat an-Nisāʾ: 4/128

10- سید قطب، فی ظلال القرآن، ص:1/362

Sayyid Quṭb, Fī Ẓilāl al-Qurʾān, p. 1/362

11- مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر القرآن، ص:2/398، فاران فاؤنڈیشن، نومبر 2009، ذیقعد 1430ھ

Mawlānā Amīn Aḥsan Iṣlāḥī, Tadabbur al-Qurʾān, p. 2/398, Fārān Foundation, November 2009, Dhū al-Qaʿdah 1430 AH

12 ابو داود، سنن ابو داود، **بَابٌ فِيمَنْ خَبَّبَ مَمْلُوكًا عَلَى مَوْلَاهُ**، حدیث:5170، ص:4/343، المکتبۃ العصریۃ، صیدا بیروت، 1431ھ

Abū Dāwūd, Sunan Abī Dāwūd, Bāb Fīman Khabbaba Mamlūkan ʿAlā Mawlāhu, Hadith: 5170, p. 4/343, al-Maktabah al-ʿAṣriyyah, Ṣaydā Bayrūt, 1431 AH

13- سنن ابی داود، **بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الطَّلَاقِ**، حدیث:2177، ص:2/254

Sunan Abī Dāwūd, Bāb Fī Karāhiyyat al-Ṭalāq, Hadith: 2177, p. 2/254

14- سنن ابی داود، **بَابٌ فِي الْخُلْعِ**، حدیث:2226، ص:2/268

Sunan Abī Dāwūd, Bāb Fī al-Khulʿ, Hadith: 2226, p. 2/268

15- سورت البقرہ:2/227، 2/228

Sūrat al-Baqarah: 2/227, 2/228

16- سورت النساء:4/35

Sūrat an-Nisāʾ: 4/35

17- سورت الفرقان:25/54

Sūrat al-Furqān: 25/54

18- سورت النحل:16/72

Sūrat an-Naḥl: 16/72

19- سورت البقرہ:2/228

Sūrat al-Baqarah: 2/228

20- سورت البقرہ:2/187

Sūrat al-Baqarah: 2/187

21- تفسیر طبری، ج:3، ص:232، دار ھجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والإعلان، الأولی، 1422ھ-2001م

Tafsīr al-Ṭabarī, vol. 3, p. 232, Dār Hajr lil-Ṭibāʿah wa-al-Nashr wa-al-Tawzīʿ wa-al-Iʿlām, 1st ed., 1422 AH - 2001 CE

22- سورت النساء:4/34

Sūrat an-Nisāʾ: 4/34

23- البخاری، **صحیح بخاری**، حدیث:54، 1:35۔

Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*,Hadith: 54, 1: 35.

24- ابوداود، سنن ابوداود، **بَابٌ فِي صِلَةِ الرَّحِمِ**، حدیث:1692، ص:2/132

Abū Dāwūd, Sunan Abī Dāwūd, Bāb Fī Ṣilat ar-Raḥim, Hadith: 1692, p. 2/132

25- سورت الانعام:6/140

Sūrat al-Anʿām: 6/140

26- سورت الانعام:6/151

Sūrat al-Anʿām: 6/151

27- سنن ابوداود، بَابٌ فِي تَغْيِيرِ الْأَسْمَاءِ، حدیث:4948، ص:4/287

Sunan Abī Dāwūd, Bāb Fī Taghyīr al-Asmāʾ, Hadith: 4948, p. 4/287

28- البخاری، **صحیح بخاری**، حدیث:5997، 4:91۔

Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Hadith: 5997, 4: 91

29- البخاری، **صحیح بخاری**، حدیث:2586، 2:233۔

Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Hadith: 2586, 2: 233.

30- سورت النساء:4/36

Sūrat an-Nisāʾ: 4/36

31- سورت البقرہ:2/83

Sūrat al-Baqarah: 2/83

32- سورت الانعام:6/151

Sūrat al-Anʿām: 6/151

33- صحیح مسلم، بَابُ رَغِمَ أَنْفُ مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا عِنْدَ الْكِبَرِ، فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ، حدیث:2551، ص:4/1978، 1412ھ، 1991م، دار إحياء التراث العربي، بیروت

Ṣaḥīḥ Muslim, Bāb Raghima Anfu Man Adraka Abawayhī Aw Aḥadihumā ʿInd al-Kibar, Fa-Lam Yadkhul al-Jannah, Hadith: 2551, p. 4/1978, 1412 AH, 1991 CE, Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, Beirut

34- سورت الاسراء:17/23، 24

Sūrat al-Isrāʾ: 17/23, 24

35- تفسیر جلالین، ج:1، ص:368، تفسیر جلالین، جلال الدین محمد بن احمد المحلی وجلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی، دار الناشر، قاہرہ، الطبعۃ اولیٰ

Tafsīr al-Jalālayn, vol. 1, p. 368, Tafsīr al-Jalālayn, Jalāl al-Dīn Muḥammad ibn Aḥmad al-Maḥallī and Jalāl al-Dīn ʿAbd al-Raḥmān ibn Abī Bakr al-Suyūṭī, Dār al-Nāshir, Cairo, 1st ed.

36- محمد بن یعقوب الکلینی، علامہ، اصول کافی، باب:329 العقوق، دار التعارف للمطبوعات، بیروت، لبنان، 1990، ص:2/335

Muḥammad ibn Yaʿqūb al-Kūlāīnī, ʿAllāmah, Usūl al-Kāfī, Bāb: 329 al-ʿUqūq, Dār al-Taʿāruf lil-Maṭbūʿāt, Beirut, Lebanon, 1990, p. 2/335

37- سورت البقرہ:2/83

Sūrat al-Baqarah: 2/83

38- سورت النساء:4/36

Sūrat an-Nisāʾ: 4/36

39- سورت الانفال:8/75

Sūrat al-Anfāl: 8/75

40- سورت الشوریٰ:42/23

Sūrat ash-Shūrā: 42/23

41- سورت الحجرات:49/12، 11

Sūrat al-Ḥujurāt: 49/12, 11

42- **صحیح مسلم**،بَابُ تَحْرِيمِ الْهَجْرِ فَوْقَ ثَلَاثٍ بِلَا عُذْرٍ شَرْعِيٍّ،**حدیث**:2560،ص:4/1984

Ṣaḥīḥ Muslim, Bāb Taḥrīm al-Hijr Fawqa Thalāthīn Bilā ʿUdhr Sharʿī, Hadith: 2560, p. 4/1984

43- سورت النور:24/22

Sūrat al-Nūr: 24/22

44- سورت البقرہ:2/215

Sūrat al-Baqarah: 2/215

45- سورت البقرہ:2/177

Sūrat al-Baqarah: 2/177

46- سورت بنی اسرائیل:17/26

Sūrat Banī Isrāʾīl: 17/26

47- سورت النحل:16/90

Sūrat an-Naḥl: 16/90

48- تفہیم القرآن، ص:565/2

Tafhīm al-Qurʾān, p. 565/2

49- **سنن ترمذی**،بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّدَقَةِ عَلَى ذِي القَرَابَةِ،**حدیث**:658،ص:2/40،**دار الغرب الإسلامي–بیروت**،1998

Sunan al-Tirmidhī, Bāb Mā Jāʾa Fī al-Ṣadaqah ʿalā Dhī al-Qarābah, Hadith: 658, p. 2/40, Dār al-Gharb al-Islāmī – Beirut, 1998

50- البخاری، **صحیح بخاری**، حدیث: حدیث:1461، 1:452۔

Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Hadith: 1461, 1: 452.

51- سورۃ البقرہ٢/٢٦٥

52- النساء، 4:1۔

Al-Nisā', 4:1.

53- راغب اصفہانی، **مفردات القرآن**، (دمشق: دارالقلم، 1416ھ/1996ء)، 2:881۔

Rāghib al-Iṣfahānī, *Mufradāt al-Qur'ān*, (Dimashq: Dār al-Qalam, 1416 AH/1996 CE), 2: 881.

54- ایضا۔

Ibid.

55- البخاری، **صحیح بخاری**، حدیث:54، 1:35۔

Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*,Hadith: 54, 1: 35.

56- البخاری، **صحیح بخاری**، حدیث:52، 1:34۔

Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*,Hadith: 52, 1: 34.

57- ابی داود، **سنن ابی داود**، حدیث:2118، 2:238۔

Abū Dāwūd, *Sunan Abī Dāwūd,* Hadith: 2118, 2: 238.

58- آل عمران، 3:102۔

Āl ʿImrān, 3:102.

59- النساء، 4:1۔

Al-Nisā', 4:1.

60- الاحزاب، 33:70-71۔

Al-Aḥzāb, 33:70-71.

61- النساء، 4:1۔

Al-Nisā', 4:1.

62- سید قطب، **فی ظلال القرآن**، (بیروت: دار الشروق، 1412ھ، 1:573)۔

Sayyid Quṭb, *Fī Ẓilāl al-Qur'ān*, (Beirut: Dār al-Shurūq, 1412 AH, 1: 573).

63- النساء، 4:1۔

Al-Nisā', 4:1.

64- سید قطب، **فی ظلال القرآن**، 5731 :۔

Sayyid Quṭb, *Fī Ẓilāl al-Qur'ān*, 1: 573.

65- البقرہ، 2:235۔

Al-Baqarah, 2:235.

66- البقرہ، 2:231۔

Al-Baqarah, 2:231.

67- البقرہ، 2:168-169۔

Al-Baqarah, 2:168-169.

68- الاعراف، 7:28۔

Al-Aʿrāf, 7:28.

69- مودودی، **ابوالاعلیٰ**، **تفہیم القرآن**، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 1949)، 2:21۔

Mawdūdī, Abū al-Aʿlā. *Tafhīm al-Qur'ān*, (Lāhore: Idārah Tarjumān al-Qur'ān, 1949), 2: 21.

70- **یوسف**، 12:24۔

Yūsuf, 12:24.

71- النساء، 4:19۔

Al-Nisā', 4:19.

72- ابن کثیر، **تفسیر ابن کثیر**، **(دار الكتب العلمية، منشورات محمد علي بيضون – بيروت، ١٤١٩) ٢:٢١١**

Ibn Kathīr, *Tafsīr Ibn Kathīr*, (Pakistan: Suhail Academy, 1393 AH/1973 CE, Pārah 4, 1: 560).

73- النور، 24:19۔

Al-Nūr, 24:19.

74- مودودی، **تفہیم القرآن**، 3: 370-371۔

Mawdūdī, *Tafhīm al-Qur'ān,* 3: 370-371.

75- راغب اصفہانی، **مفردات القرآن**، 2: 226۔

Rāghib al-Iṣfahānī, *Mufradāt al-Qur'ān,* 2: 226.

76- الانعام، 6:151۔

Al-Anʿām, 6:151.

77- مودودی، **تفہیم القرآن**، 1: 599۔

Mawdūdī, *Tafhīm al-Qur'ān,* 1: 599.

78- القشیری، **صحیح مسلم**، (حدیث: 2657، 4:2047)۔

Al-Qushayrī, *Ṣaḥīḥ Muslim,* (Hadith: 2657, 4: 2047).

79- الاحزاب، 33:33۔

Al-Aḥzāb, 33:33.

80- یوسف، 12:31۔

Yūsuf, 12:31.

81- مودودی، مولانا ابوالاعلیٰ، **پردہ**، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 2004ء)، 236۔

Mawdūdī, Maulānā Abū al-Aʿlā, *Pardah*, (Lāhore: Idārah Tarjumān al-Qur'ān, 2004 CE), 236.

82- البخاری، **صحیح بخاری**، (حدیث: 6474، 4:186)۔

Al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, (Hadith: 6474, 4: 186).

83- الاحزاب، 33:32۔

Al-Aḥzāb, 33:32.

84- النور، 24:31۔

Al-Nūr, 24:31.

85- علامہ مرتضیٰ مطہری، **فلسفہ حجاب**، مترجم سید محمد موسیٰ رضوی، (کراچی: جامعہ تعلیمات اسلامی، 1993)، 53۔

ʿAllāmah Murtaẓā Muṭahharī, Falsafah Ḥijāb, translated by Sayyid Muḥammad Mūsā Rizwī, (Karachi: Jamia Taalimāt Islāmīyyah, 1993), 53.

86- الاحزاب، 33:33۔

Al-Aḥzāb, 33:33.

87- مودودی، **تفہیم القرآن**، 4: 91۔

Mawdūdī, Tafhīm al-Qur'ān, 4: 91.

88- مودودی، **پردہ**، 157۔

Mawdūdī, Pardah, 157.

89- النساء، 4:34۔

Al-Nisā', 4:34.

90- البخاری، **صحیح بخاری**، (حدیث: 5188، 3:383)۔

Al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, (Hadith: 5188, 3: 383).

91- البخاری، **صحیح بخاری**،(حدیث:5082،3:358)۔

Al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, (Hadith: 5082, 3: 358).

92- **النساء**،4:34۔

Al-Nisā', 4:34.

93- البخاری، **صحیح بخاری**،(حدیث:5188،3:383)۔

Al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, (Hadith: 5188, 3: 383).

94- **ڈاکٹر مستفیض احمد علوی، تہذیب کا برزخ**،(73)۔

Dr. Mustafā Aḥmad ʿAlawī, *Tahzīb kā Barzakh*, (73).

95- مودودی، **پردہ**،155۔

Mawdūdī, *Pardah*, 155.

96- سید قطب، **اسلام اور جدید ذہن کے شبہات**، مترجم محمد سلیم کیانی،(لاہور:البدر پبلیکشنز)،166۔

Sayyid Quṭb, *Islām aur Jadīd Zihn ke Shubuhāt*, translated by Muḥammad Salīm Kiyānī, (Lāhore: Al-Badr Publications), 166.